

# عہد نبوی کے میدان جنگ

[www.KitaboSunnat.com](http://www.KitaboSunnat.com)

تحقیق و ترتیب  
ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب (پیرس)

ادارۃ السلاسل

لاہور — کراچی

Alif

۲۴۸،۵۴

ح م ی - ع



## معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مَجْلِسُ التَّحْقِيقِ الْإِسْلَامِيِّ کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

## تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے  
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی  
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

**PDF** کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے  
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

✉ [KitaboSunnat@gmail.com](mailto:KitaboSunnat@gmail.com)

🌐 [www.KitaboSunnat.com](http://www.KitaboSunnat.com)

# عہد نبوی کے میدان جنگ

تحقیق و ترتیب

ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب (پیرس)



www.KitaboSunnat.com



ادارۃ السّلامیۃ

— ۱۹۰ — انارکلی ۰ لاہور —

248054

۲

۲م ص - ح

بار اول عکسی : اکتوبر ۱۹۸۲ء  
 باہتمام : اشرف برادران سلبہم الرحمن  
 کتابت : سید محمد ابراہیم جنجیالی  
 طباعت : وفاق پریس - لاہور  
 قیمت : کرو موکارڈ

# ادارہ اشاعت اسلامیات

☆ دنیا بھر میں شاخیں اور دفاتر : ☆  
 ☆ ۱۹۰ - انارکلی - لاہور - پاکستان ☆  
 ☆ ۶۶۲۳۴۱ - فون ۶۶۲۳۴۱ - ۶۶۲۳۴۱ - ۶۶۲۳۴۱ ☆  
 ☆ ۶۶۲۳۴۱ - فون ۶۶۲۳۴۱ - ۶۶۲۳۴۱ - ۶۶۲۳۴۱ ☆  
 ☆ ۶۶۲۳۴۱ - فون ۶۶۲۳۴۱ - ۶۶۲۳۴۱ - ۶۶۲۳۴۱ ☆

ملنے کے پتے

ادارہ اسلامیات ۱۹۰ - انارکلی لاہور

وزار الاشاعت اردو بازار - کراچی

مکتبہ دارالعلوم دارالعلوم کراچی

ادارۃ المعارف دارالعلوم کراچی

۹۹... جے مائل ٹاؤن - لاہور

15002.....

## فہرست مضامین

_____	باعث تحریر
_____	عہد نبوی کی جنگیں
_____	توضیحی نقشہ عقدہ مع مسجد العشرہ
_____	قریش کا رحلتہ الشار والعیف کا روانی راستے
_____	بدر محل وقوع
_____	موجودہ شہر بدر
_____	جنگ بدر کی چند تفصیلیں
_____	بدر کی لڑائی
_____	فریقین کی صف بندی
_____	احد
_____	محل وقوع اور وجہ انتخاب
_____	خندق
_____	خریطۃ احد والخندق
_____	فتح مکہ
_____	خریطۃ فتح مکہ
_____	المدینہ
_____	حنین اور طائف
_____	یہودیوں کی لڑائیاں

# باعثِ تحریر

حالیہ پچھڑ صدیوں میں علوم و فنون کی ترقی سے جنگ کے طریقوں اور اصولوں میں اتنا کچھ انقلاب آ گیا ہے کہ قدیم زمانے کی لڑائیاں، چاہے اپنے زمانے میں کتنی ہی عہد آفریں کیوں نہ رہی ہوں اب بچوں کا کھیل معلوم ہوتی ہیں۔ آج کل بڑی سلطنتوں کے لئے ایک ایک کروڑ کی فوج کو بیک جنبشِ قلم حرکت میں لے آنا معمولی بات ہے۔ اسلحے میں اتنی کچھ ترقی ہو گئی ہے کہ قدیم ہتھیار عجائبِ خانوں میں رکھنے کے سوائے بہت کم کچھ کام آسکتے ہیں۔ ذرائعِ حمل و نقل بھی اب پہلے سے اتنے بدل گئے اور تیز اور کثیر ہو گئے ہیں کہ بہنیوں کا کام گھنٹوں میں ہو جاتا ہے اور انہیں وجہ سے شاید ایک عام آدمی یہ خیال کرتا ہو گا کہ قدیم زمانے کی جنگوں کا تذکرہ چاہے مؤرخ کے لئے کتنا ہی اہم کیوں نہ ہو۔ ان کا عملی فائدہ آج کچھ نہیں۔ لیکن انگلستان میں طلبائے حربیات کو آج بھی آغازِ تعلیم و تربیت پر پہلے ہی دن سنا دیا جاتا ہے کہ :-

It must be understood by all officers that the most important part of their individual training is the work they do by themselves. Military history must unquestionably have the most important place in such study as being the best means of learning the true meaning of the principles of war and their application and of studying the preponderating part which human nature plays in all operations. Military history, as already stated is of great importance in the instruction of officers. It is for this reason that a special campaign on a special period of a campaign, is selected every year for general study during the individual training season.

'In the study of military history the object should be to derive from the record of the past campaigns lessons applicable to the present. Read with a view to acquire merely knowledge to historical events is of little value. The rise of modern armies and their improved armaments and means of communi-

cation renew many lessons of the past inapplicable to the present. But human nature and the underliving principles of war do not change, and it is on this reason that valuable lessons can be learned from even the most ancient campaigns." (War office Training Regulations.

1934 . P. 9 . 23 . 23.)

”جملہ افسروں کو یہ جان لینا چاہیئے کہ ان کی انفرادی تربیت کا سب سے اہم جز وہ کام ہے جسے وہ خود انجام دیں فوجی تاریخ کو بلا تگ و شبہ اس قسم کے مطالعہ میں سب سے اہم جگہ ملنی چاہیئے کیونکہ اصول جنگ کے صحیح مفہوم اور ان کے اطلاقی کو سمجھنے اور یہ معلوم کرنے کا کہ ہر فوجی کاروائی میں انسانی فطرت ہی سب سے زیادہ مؤثر حصہ لیتی ہے۔ یہی سب سے بہتر ذریعہ ہے..... جیسا کہ بیان ہوا افسروں کی تعلیم میں فوجی تاریخ کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انفرادی تربیت کے موسم میں ہر سال عام مطالعے کے لئے کوئی خاص فوجی ہم یا کسی ہم کا کوئی خاص دور منتخب کیا جاتا ہے۔“

”فوجی تاریخ کے مطالعے کا مقصد یہ ہونا چاہیئے کہ گزشتہ فوجی معرکہ آرائیوں کی یادداشت سے ایسے سبق حاصل کریں۔ جن کا اب الحاق ہو سکے۔ صرف اس غرض سے پڑھنا کہ محض تاریخی واقعات کا

علم ہو جائے کچھ زیادہ مفید نہیں زمانہ حال کی فوجوں کی وسعت اور ان کے ترقی یافتہ اسلحہ اور ذرائع نقل و حمل کے باعث ماضی سے حاصل ہونے والے بہت سے سبق حال پر منطبق نہیں ہو سکتے۔ لیکن انسان کی فطرت اور وہ قواعد جن پر جنگ مبنی ہوتی ہے بدلنے نہیں اور یہی وجہ ہے کہ نہایت قدیم زمانے کی معرکہ آرائیوں سے بھی قیمتی سبق سیکھے جاسکتے ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ گزری ہوئی معرکہ آرائیوں کے مطالعہ سے پورا فائدہ اسی وقت اٹھایا جاسکتا ہے۔ جب اس بات کا نہایت احتیاط کے ساتھ پتہ چلایا جائے کہ سپہ سالاروں نے اصول کا کس طرح التطبيق کیا اور اس کے کیا نتائج پیدا ہوئے۔

عہد نبویؐ کی جنگیں تاریخ انسانی میں غیر معمولی طور سے ممتاز ہیں اکثر دگنی تگنی اور بعض وقت دس گنی طاقت سے مقابلہ ہوا اور قریب قریب ہمیشہ ہی فتح حاصل ہوئی دوسرے چند محلوں پر مشتمل ایک شہری مملکت (city state) سے جو آغاز ہوا وہ روزانہ دو سو چوبیس مربع میل کے اوسط سے وسعت اختیار کرتی ہے اور دس سال بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی تو دس لاکھ سے بھی زیادہ مربع میل کا رقبہ آپ کے زیر اقتدار آچکا تھا۔ اس تقریباً برعظیم ہندوستان و پاکستان کے برابر وسیع علاقے کی فتح میں جس میں یقیناً ملینوں کی آبادی تھی۔ دشمن کے بشکل ڈیڑھ سو آدمی قتل ہوئے۔ مسلمان فوج کا مشکل سے اس دس سال میں ماہانہ ایک سپاہی ہی شہید ہوتا

رہا۔ انسانی خون کی یہ عزت تاریخ عالم میں بلا خوف تردد بے نظیر ہے۔ پھر ان فتوحات کا دوسرا پہلو قبضے کا استحکام، مفتوحوں کی ذہنیت کی کایا پلیٹ اور ان کا مکمل طور پر اپنا لیا جانا اور ایسے افسروں کی تربیت کر جانا کہ آپ کی وفات کے پندرہ سال بعد تین براعظموں ایشیا افریقہ اور یورپ پر پھیلے ہوئے علاقوں پر مدینے کی حکومت کا قیام ہو جانا یہ تمام اور دیگر امور ہمیں عہد نبویؐ کی جنگوں کا مطالعہ کر نیکاً غیر معمولی طور سے شائق بنا دیتے ہیں۔

# عہد نبوی کی جنگیں !!

**وجوہ جنگ** عام طور سے معلوم ہے کہ ۳۱ھ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہر مکہ سے توحید کی دعوت دینی شروع کی چونکہ یہ بلاد ایک تو ملک کے عام بت پرستانہ موروثی رسم و رواج کے خلاف تھا، اور دوسرے اس دعوت پر لبیک کہنا اس کے داعی کو اپنا سردار بنالینا تھا جو سرداری کو ایک جوئیئر گھراتے میں مستقل کرنے کے مترادف ہونے کے باعث اور تو اور خود رسول اللہ کے خاندان (بنی ہاشم) کے متعدد معمر لوگوں کو سخت ناپسند تھا۔ سبقت گھرانہ عملی مخالفت پر اتر آیا تو عوام بھی گھاس پھوس کی طرح ہوا کا ساتھ دینے اور اس کی رو کے رخ جھک جانے پر مجبور تھے۔

دینا کی ہر چیز سے منہ موڑ کر تن من و حق سے اس تحریک کو چلانے اور آٹھ دس سال گزر جانے کے باوجود مکے کا چھوٹا سا قصبہ بھی (جیسا

لے مکے کے سیاسی نظام وغیرہ کے لئے دیکھئے میرا خصوصی مضمون ”شہری مملکت  
مکہ“ (معارف اعظم گڑھ - جنوری و فروری ۱۹۴۲ء)

کہ وہ اُس وقت تھا ہمنوا نہ ہو سکا، بلکہ مخالفت سے جان ہی کے لالے پڑ گئے۔ شفیق بیوی اور بزرگ خاندان اور حامی و محافظ چچا (ابو طالب) کی ایک ساتھ وفات آپ کے لئے معمول سے زیادہ دشواریوں کا باعث بنی، کیونکہ نئے بزرگ خاندان چچا (ابو لہب) سے شروع ہی سے مخالفت تھی اور اب اس چچا کے بزرگ خاندان بننے پر ابتداً تنبیہ کی اور پھر صاف صاف ”جات یا ہر“ کر دیا۔ مجبوراً آنحضرتؐ کو نئے محافظ ڈھونڈنے پڑے آپ کو خیال آیا کہ آپ کے ماموں (أخوال) کا خاندان بنو عبدیلیل طائف میں بستہ ہے۔ آپ کے چھوٹے چچا اور ولی رفیق حضرت عباس طائف میں رہتے ہیں دین کر کے کافی رسوخ رکھتے تھے یہ مقام کئے سے زیادہ دُور بھی نہ تھا۔ یہ پچاس میل ہوتا ہے۔ آج بھی کتے سے عصر کے بعد پانچ بجے کے قریب گدھے پر سوار ہوں تو آدھی رات کو جبل کرا کے دامن میں پہنچ جاتے ہیں، خنجر کو چڑھاٹی شروع کریں تو قبل ظہر گدھا طائف پہنچا دیتا ہے۔ اونٹ بیس پچیس میل روز طے کر کے طریق البحرانہ پر دو دن لیٹا ہے جدید ”طریق السیارہ“ کے ستر میل ڈاک کی موٹر لاری تین چار گھنٹوں میں طے کر لیتی ہے، غرض طائف، جو عام اہل مکہ کے لئے اس زمانے میں بھی ہر سال گریا میں وہی کشش رکھتا تھا جواب ہم نہ تھا گلی یا مری کے لئے محسوس کرتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۱۱۰ سیرۃ ابن ہشام ص ۲۵

کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ اور آپ بڑی اُمنگوں کے ساتھ ایک خادم کے ہمراہ وہاں پہنچتے اور وہاں کے رشتہ دار سرداروں میں پرچار کا آغاز کرتے ہیں۔ مکہ چونکہ طائف کے مال کے لئے نکاسی کی منڈی تھی اور ہر سال گرمیوں میں مکے کے مال دار تاجر طائف آکر اس ”ٹورسٹ ٹرافک“ کے ذریعے سے وہاں کی آمدنی کا ایک بہت بڑا ذریعہ بنتے تھے۔ اس لئے طائف کے لئے مشکل تھا کہ مکے کو ناراض کرے۔ پھر یوں بھی توحید کی دعوت طائف میں بھی سیاسی اور مذہبی وجوہ سے وہ تمام مشکلیں رکھتی تھی جو مکے میں تھیں۔ طائف میں آج تک وہ باغات اور مقامات محفوظ ہیں۔ جہاں اکھفہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہر کے شریز بچوں اور ان کے پتھروں سے تنگ آکر پناہ لی تھی اور بعض فراخ دل باغبانوں نے آپ کی میوے سے ضیافت کی تھی۔ یہ شہر پناہ کے باہر جنوب مغربی سمت میں دریائے وح کے کنارے کنارے جائیں تو انگور، انجیر وغیرہ کے باغات میں چھوٹی چھوٹی مرمت طلب مسجدوں کی صورت میں ملتے ہیں :-

غرض طائف کا سفر اتنا بے نتیجہ رہا کہ باوجود جان کے خطرے کے آنحضرتؐ مکہ ہی واپس ہونا پسند کرتے ہیں اور اپنے قبیلے سے بے تعلق ہو جانے کے باعث شہر کے باہر ٹھہر کر بعض شناساؤں کی مدد سے شہر کے متعدد فیاض سردارانِ قبائل سے یکے بعد دیگرے اپنی حفاظت میں لینے کی درخواست کرتے ہیں۔ عام حالتوں میں کوئی عرب کبھی ایسی درخواست کو رد نہیں کرتا، مگر آنحضرتؐ کو اپنی پناہ (جوار) میں لینے

کے لئے اس وقت غیر معمولی کردار کی ضرورت تھی۔ کیونکہ پورا شہر آپؐ کا بیٹا تھا اور دو تین آدمیوں کے انکار کے بعد آخر ایسا ایک شخص مل ہی آیا مگر معلوم ہوتا ہے کہ اس پناہ دہی کے معاوضے میں یہ اقرار کرنا پڑا کہ شہر میں تبلیغی تقریریں نہیں کی جائیں گی۔

کئے کے باہر تبلیغ پر پابندی نہ تھی اور حج کے زمانے میں کتے سے مشرق میں ڈھائی تین میل پر منا کا اجتماع ایک مشکل سہی لیکن بہر حال کھلا میدان عمل تھا۔ چنانچہ طائف سے واپس آتے ہی ذوالحجہ ۳۱ھ میں آپؐ نے منائیں عرب کے شمال و جنوب اور مشرق و مغرب سے آنے والے حجاج کی پندرہ جماعتوں کو یکے بعد دیگرے ٹوٹا اور ایک تو انہیں اپنی تحریک کے اصول اور غرض و غایت سمجھا دی اور دوسرے ان سے درخواست کی کہ ”مجھے اپنے ملک میں لے چلو اور مجھے اپنی حفاظت میں اس تحریک کو چلانے دو۔ جلد ہی ہی تم نہ صرف پورے عرب کے سردار ہو جاؤ گے۔ بلکہ قیصر و کسرنی کے خزانے بھی تمہارے پانوں میں بچھاؤ ہو جائیں گے اس بہ ظاہر بڑے بول پر کسی نے مذاق کیا، کسی نے جھڑک دیا، کسی نے قریش کا ڈر بنا کر اخلاق سے معذرت کر لی۔ استقلال کا کیا ٹھکانا ہے کہ

۱۔ سیرۃ ابن ہشام ص ۲۴۳

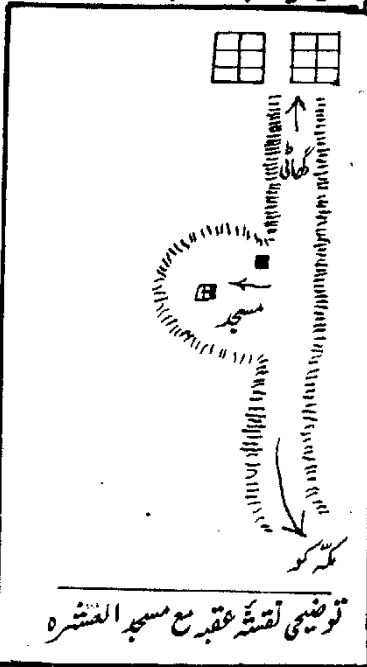
۲۔ ابن سعد ج ۱ ص ۱۴۵ ابن ہشام ص ۲۸۲ تا ۲۸۳ المنتقی لابی نعیم ورق ۵۔ ۱۰۴

۳۔ ابن ہشام۔

۴۔ ابن ہشام ص ۱۴۸

کے بعد دیگرے پندرہ جماعتوں سے یہی کوشش کی۔ ہر وقت قریش کا ایک خدائی فوج دار ساتھ لگا رہتا اور دُور ہی سے اہل قبیلہ کو لگا بچھا کر کہہ دیتا کہ اس کو مدد دینا نہ صرف ایک مجنون اور جادوگر کا ساتھ دینا ہے۔ بلکہ ہم قریش سے لڑائی مول لینی ہے۔

منا کے قریب راستے کے دونوں طرف پہاڑوں کی ایک مسلسل دیوار ہے جکتے سے جائیں تو حدودِ مناسِروع ہونے کو شکل ایک فرلانگ رہتا ہے کہ بائیں ہاتھ پر اس پہاڑی دیوار میں ایک چھوٹا سا نماؤ آتا ہے



جو کمان بلکہ نصف دائرے کی شکل کا ہے اور اتنا بڑا کہ لاہور کی جامع مسجد یا حیدر آباد کی گمہ مسجد مع اپنے صحنوں کے اس کے اندر سما سکیں۔ یہ مقام عقبہ کہلاتا ہے اس کے اندر ایک

ابن ہشام  
عقبہ اصل میں پہاڑی راستے  
یا گھاٹی کو کہتے ہیں اور یہ مقام اصل  
میں "عند العقبہ (گھاٹی کے پاس) کو  
لانہ سے مناکا راستہ مراد ہے۔

بہت بڑا کتواں ہے اور اندر آج کل زراعت بھی ہوتی ہے، اور جس مقام پر مشہور بیعت ہائے عقبہ ہوئی تھیں، وہاں ایک کافی بڑی مسجد بھی ہے۔ جس پر گوجیت نہیں ہے۔ لیکن قبلہ رخ اور منا کی سمت کی بیرونی دیوار پر دو قدیم کوئی کہتے ہیں۔ اسے آج کل مسجد العشرۃ کہتے ہیں اس میں شبہ نہیں کہ یہی مسجد بیعت عقبہ ہے، کیونکہ تاریخ مکہ کے مشہور ماہر تقی الدین الفاسی نے اپنی تاریخ مکہ کے آخری ادیشن تحصیل المرام فی انجاد البلد الحرام، (مخطوطہ قردین ناس) میں لکھا ہے:-

مسجد البیعة..... وهذا المسجد بقرب عَقْبَةِ منیٰ و بینہ  
و بین العقبة غلوة او اکثر و هو علی یسار الذاہب الی منیٰ و عمر  
فی سنة ۱۴۴۲ھ من قبل المستنصر العباسی و العمادة السابعة  
من قبل المنصور:-

ترجمہ (مسجد البیعة..... یہ مسجد منا کی گھاٹی کے قریب ہے اتنا  
کہ اس کا اور گھاٹی کا فاصلہ پتھر پھینکنے کی زد یا اس سے کچھ زیادہ ہے  
اور یہ منا کو جانے والے کے بائیں ہاتھ پر ہے یہ مسجد ۱۴۴۲ھ میں بنی  
اور پھر ۶۲۹ھ میں مستنصر باللہ عباسی نے تعمیر کی۔ پہلی تعمیر منصور کے زمانے  
کی ہے۔)

غرض یہ عقبہ الیسا ہے کہ پچیس پچاس آدمی وہاں رہیں تو منانے  
جانے والے اسے محسوس بھی نہیں کرتے۔ مدینے کے پانچ چھ آدمیوں  
سے آنحضرتؐ کی یہیں ملاقات ہوئی۔ یہ واضح نہیں آیا کہ یہ چھوٹی سی

جماعت میں اپنا خیمہ لگا کر مقیم تھی۔ یا کسی وجہ سے اس ملاقات کے وقت اس عقبہ میں آئی ہوئی تھی اس جماعت نے اسلام اور توحید کی دعوت سنی تو شوق سے گفتگو کی اور ہر طرح امداد کا وعدہ کیا (ابن ہشام ص ۲۸۶ وما بعد)

اس جماعت کے ؟ سے اس ذہنی فرق کا باعث معلوم کرنا زیادہ مشکل نہیں۔ اصل میں یہ مدینے والے قبیلہ خزرج کے لوگ تھے ان حضرت کی والدہ کا اسی قبیلے سے رشتہ تھا۔ چنانچہ اس تقریب سے بچپن میں آنحضرت بھی ایک مرتبہ اپنی والدہ کے ساتھ مدینہ ہوئے تھے اور اتنے دن رہے تھے کہ وہاں اچھی طرح تیرنا بھی سیکھ لیا تھا۔ آنحضرت کے چچا اور رفیق حضرت عباس بھی جب کسی کاروبار کے سلسلے میں شام وغیرہ جاتے یا وہاں سے آتے تو راستے میں ضرور مدینے میں ٹھہرتے اور ان رشتہ داروں سے ملتے۔ ان لوگوں کی مدینے کے بعض یہودی قبائل سے حلیفی اور بعض سے حریفی تھی اور یہ ان یہودیوں سے اکثر سنا کرتے تھے کہ جب مسیح موعود آئے گا تو ہم اس کی مدد سے اپنے تمام دشمنوں کو مغلوب کر لیں گے لہٰذا نوافل اور عبدالمطلب کے جھگڑے کے

۱ ابن ہشام ص ۲۸۶ سیرۃ نامی احسن العلوم فی برہنی عدی بن الجندہ  
(میں قبیلہ عدی بن النجار کے کنوئیں میں اچھا تیرنا سیکھ گیا) ۲ ابن ہشام ص ۲۹۴  
۳ ابن ہشام ص ۲۸۶

وقت یہ لوگ آنحضرت کے دادا کی فوجی مدد بھی کر چکے تھے اس لئے ممکن ہے کہ اب آنحضرت کے خاندان کی مدد کی وہ توقع رکھتے ہوں۔ بہر حال اُن کی ذاتی صلاحیت کے ساتھ ساتھ ان کے اسلام لانے میں یہ محرکات بھی کام کرتے رہے ہوں گے۔

مدینے میں دو رشتہ دار قبائلی اوس و خزرج میں لسنوں سے خونریزیاں ہوتی چلی آرہی تھیں اور اب دونوں اس قدر تھک گئے تھے کہ کسی بھی قیمت پر باہم دوستی کر لینے پر آمادہ تھے۔ ان کی خود داری اور غیرت و رقابت کے باعث کسی غیر مدنی کے لئے دونوں کا مشترکہ سردار بننے کی زیادہ توقع تھی جب مذکورہ چھ خزرجی مدنیہ واپس آئے اور اسلام کا چرچا کیا تو سال بھر بعد حج کے موقع پر اوس اور خزرج دونوں کے دس بارہ آدمی اُن حضرت سے ملنے کی ٹھان چکے تھے۔ چنانچہ پھر اسی عقبہ میں ان کی اُن حضرت سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے نہ صرف اسلام قبول کیا بلکہ اپنے اپنے خاندان کے بھی اسلام اور آنحضرت کی اطاعت کا اظہار کیا۔ آنحضرت نے ان سے علاوہ توحید، پاکیزگی وغیرہ کے ہر اچھی بات (معروف) میں اپنی اطاعت کا وعدہ لیا اور اس طرح اوس اور خزرج کے بارہ خاندانوں کے مشترکہ سردار بن گئے۔ ایک تربیت

۱۔ طبری تاریخ ص ۱۲۵ تا ۱۲۶ ۲۔ ابن ہشام ص ۲۸

۳۔ ابن ہشام ص ۲۵ نیز مسند ابن جنبل ج ۳ ص ۴۴

یافہ مبلغ مکے سے ان کے ہمراہ مدینے بھیجا گیا اور اس نے نہ صرف اوس اور خزرج کے متعدد سربراہ اور وہ لوگوں کو اسلام کا حامی بنایا بلکہ اس بات میں بھی بدقت مگر مکمل کامیابی حاصل کی کہ اوس و خزرج کی باہمی رقابت اس بات میں مانع نہ آئے کہ یہ دونوں گروہ آنحضرتؐ کی مشترکہ سرداری میں تعاون کریں۔

ایک اور سال گزرا اور اتر ۱۱ھ میں مدینے کے کوئی پانچ سو حجاج میں سے کوئی بہتر مرد اور عورتیں آنحضرتؐ سے شخصی طور پر اظہار اسلام کرنے اور آپؐ کو مدینہ مدعو کرنے کے لئے آئیں۔ ابھی تک اسلام وہاں اقلیت کا مذہب تھا اور نہ اکثریت قریش سے دوستی بڑھانے کی فکر میں تھی۔ نو دس بجے رات کا عمل تھا کہ یہ بہتر لوگ چھوٹی چھوٹی لڑکیوں میں چپکے چپکے اپنے پڑاؤ سے نکل کر عقبہ میں جمع ہوتے گئے اور آنحضرتؐ بھی مقررہ وقت پر اپنے چچا حضرت عباسؓ کے ساتھ وہاں آگئے۔ آنحضرتؐ نے تفصیل کے ساتھ اپنی تحریک کے اغراض و مقاصد سمجھائے۔ انہوں نے آمنا و تقنا کہا اور آنحضرتؐ اور دیگر مکی مسلمانوںؓ کو مدینہ چلے آنے کی دعوت دی اور یقین دلایا کہ مدینہ آئیں تو ”ہم آپؐ کی ایسی ہی مدد اور حفاظت کریں گے۔ جیسی کوئی اپنی اور اپنے بال بچوں کی کرتا ہے“ جب انہیں واضح کیا گیا

۱۱ھ ابن ہشام ص ۲۸

۱۲ھ تفسیر طبری ج ۹ ص ۱۹۳



اور ایک غلام اور ایک رہبر تقابلاً پہنچا۔ دُور سے نظر پڑتے ہی منٹوں میں اُس اور خزانچ کے تمام مرد ہتھیاروں سے سج کر اپنی بستی سے ایک یا ڈیڑھ فرلانگ بڑھ کر شیعۃ الوداع کی ٹیکری پر اعزازی دستے کے طور پر راستے کے دونوں طرف جمع ہو گئے، لڑکیاں دف بجانے لگیں اور لڑکوں کے ساتھ یہ استقبالی گیت گانے لگیں۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَاتِ الْوَدَاعِ

وَجِبَ الشَّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا إِلَهُ دَاعِ

أَيُّهَا الْمَبْعُوثُ فِينَا جِئْتَ بِالْأَمْرِ الْمَطَاعِ سَامِعُ ذَبِي

ترجمہ :- دل چود ہویں رات کا چاند ہم شیعۃ الوداع سے طلوع ہوا  
ہم پر اس وقت تک شکر واجب ہے۔ جب تک کہ کوئی عابد خدا کی عبادت  
کرتا رہے (۳) اے وہ جسے ہمارے پاس بھیجا گیا ہے، تو ایسی چیز لایا  
ہے جس کی اطاعت کی جائے گی۔

بعض عرب مؤرخ لکھتے ہیں کہ مدینہ آتے وقت راستے میں بریدۃ الاسہمی نے اپنے کئی درجن ساتھیوں کے ساتھ اُن حضرتؑ سے ملاقات کی اور جھنڈے اڑاتے ہوئے ہم رکاب ہو کر محافظہ دستے کا فریضہ انجام دیا لیکن حیرت ہے کہ مدینہ (تبا) پہنچنے کی جتنی تفصیلیں ملتی ہیں ان میں اس اعزازی محافظہ دستے کی ہر اہی کا کوئی پتہ نہیں چلتا۔ یا تو اُن حضرتؑ نے انہیں تھوڑی دُور ساتھ رکھ کر رخصت کر دیا ہو گا۔ یا یہ تبا میں ملے ہوں گے اور تبا سے مدینہ

۱۷ سیرۃ شامی از ذہیر بکار

www.KitaboSunnat.com

بائے وقت ساتھ گئے ہوں گے۔ اور قریش آنحضرت کے پنج نکلنے پر سخت مجھلائے اور کچھ نہ سوجھا تو آپ کی اور دیگر مہاجرین کی جائیدادیں ضبط کر لیں (صحیح بخاری کتاب ۶۴ باب ۸۴ حدیث ۳ سیرۃ ابن ہشام ص ۲۲، ۲۳) اور باقی غریب مسلمانوں کو زیادہ ستانے لگے۔ آنحضرتؐ کا ضبط شدہ مکان وہ تھا۔ جو آپ کو بی بی خدیجہؓ سے وراثت میں ملا تھا (مبسوط سرخسی ص ۵۳)

اب عمل کا اصل کٹھن وقت آیا۔ آنحضرتؐ نے ایک طرف مہاجرین مکہ اور انصار مدینہ میں بھائی چارہ قائم کر کے بے گھروں کو ٹھکانہ بتایا کیا۔ اور اصول یہ قرار دیا کہ جس مہاجر اور انصاری میں بھائی چارہ ہو وہ باہم وارث بھی ہوں اور مل کر رہیں۔ پھر اپنے اور اپنے جملہ متبعین کے حقوق و فرائض مرتب کر کے ان کو تحریر کی صورت دی گئی اس کے بعد مدینے میں رہنے والے یہودی قبائل سے بھی جنگی اور سیاسی حلیفی کی اور انہیں بھی اس پر آمادہ کیا کہ وہ آپؐ کو اپنا مشترکہ حاکم مانیں مدنی عربوں کی طرح مدنی یہودیوں میں بھی دور قریب و حریف پارٹیاں تھیں اور آنحضرتؐ کی مشترکہ سرداری ان میں امن

۱۔ ابن ہشام ص ۳۴ ۲۔ دیکھو کسی تفسیر میں آیت ما دلوا لراحم (مدہ ص ۵۶)

۳۔ ابن ہشام ص ۲۴ تا ۲۶ نیز مجلہ طلسا میں ۱۹۳۹ء دنیا کا سب سے پہلا تحریری

دستور مملکت "نیز کتاب الاموال (دبائی عجید) ۵۴ ابن ہشام ص ۳۴ تا ۳۶ نیز مجلہ

طلسا میں ۱۹۳۹ء دنیا کا سب سے پہلا تحریری دستور مملکت۔

قائم کرنے کا باعث ہوئے انہیں ناگوار بھی نہ تھی۔ یہودیوں کے یہ معاہدے بھی تحریر میں آئے اور ان تمام دستاویزات نے ایک مشترکہ ”صحیفہ“ کی صورت اختیار کی جسے ”شہری مملکت مدینہ کا دستور“ کہنا (جیسا کہ ڈیہاڈزن نے کہا ہے) بیجا نہیں۔ خوش قسمتی سے اس دنیا کے سب سے پہلے تحریری دستور کو تاریخ نے لفظ بہ لفظ محفوظ رکھا ہے اس دستور کے ذریعے سے شہر مدینہ ایک حرم اور ایک سیاسی وحدت یا ایک شہری مملکت قرار دیا گیا۔ اصطلاح ”حرم“ کے سلسلے میں شاید یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ یہ ایک نیم مذہبی نیم سیاسی مفہوم رکھتی ہے اور اس کا رواج اسلام کے پہلے ہی سے نہ صرف عرب کے مختلف مقامات پر بلکہ فلسطین اور یونان وغیرہ میں ملتا ہے۔ اس کا مذہبی مفہوم یہ تھا کہ وہاں کی ہر چیز کو ایک تقدس حاصل رہے، وہاں کے چرند و پرند کا شکار نہ کیا جائے، وہاں کے درخت نہ کاٹے جائیں اور وہاں خونریزی نہ کی جائے اور وہاں آنے والوں کو دورانِ قیام میں امن اور پناہ میں سمجھا جائے خواہ وہ مجرم ہی کیوں نہ ہوں۔ حرم کا سیاسی مفہوم یہ تھا کہ وہ اس شہری مملکت کے حدود کا تعین کرتا تھا دیں نے ایک مستقل مقلے میں تفصیل سے شہری مملکت مکہ کے سیاسی نظام پر

Well haven Gemeindefardning von Medina ۵

۵ حوالہ بالا۔ جلد دیگر حوالے مجلہ فلسطین کے مذکورہ بالا مضمون میں ہیں۔ سالہ برہان دہلی ۱۹۳۹ء تا ۱۹۴۰ء میں بھی اس پر تفصیل بحث آئی ہے۔

جو زمانہ جاہلیت میں تھا، بحث کی سہولت کے حدود حرم کہتے ہیں کہ عہدِ ابراہیمی سے چلے آتے ہیں۔ بہر حال زمانہ جاہلیت میں ان کا پتہ چلتا ہے اور فتح مکہ پر مشہد میں آنحضرت نے ان علاماتِ سرحد کی تجدید بھی کرائی تھی جس کی حسب ضرورت اب تک برابر تجدید ہوتی چلی آ رہی ہے۔

زیر ذکر دستورِ مملکت مدینہ میں مدینہ کو بھی ایک حرم قرار دیا گیا ہے۔

سہ میں طائف نے اطاعت کی تو طائف کو بھی حرم تسلیم کیا گیا، جیسا کہ اس کے معاہدے میں صراحت اور تفصیل سے لکھا ہوا ملتا ہے، لیکن یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا مدینہ میں بھی حدودِ حرم مقرر کئے گئے۔ یہ صحیح بخاری میں اتنا ذکر ہے کہ آنحضرت نے ایک صحابی کو روانہ کیا تھا تاکہ حرمِ مدینہ کے حدود پر ستون نصب کریں۔ عام تاریخیں اور کتبِ حدیث میں حرمِ مدینہ ”ما بین شود و عیس بیان کیا گیا ہے“ ان سنگلاخ میدانوں کو کہتے ہیں جہاں آتش نشاں پہاڑوں سے نکلا ہوا لاپتھروں کی صورت میں پھیلا ہوا ہو۔ اور محسوسہ اس میدان کو کہتے ہیں جہاں کے پتھر لاوے سے جل گئے ہوں۔ مدینہ منورہ کے سلسلے میں کبھی ایک لفظ آتا ہے کبھی دوسرا لفظ،

۱۔ رسالہ اسلامک پبلیشر ۱۹۳۲ء معارف اعظم گڑھ ۱۹۶۲ء ۲۔ مآثر الحرمین جلد اول بر موقع ۳۔ البر عبید کی کتاب الاموال ۴۔ میں معاہدے کا پورا متن ہے ۵۔ صحیح بخاری بر موقع ۶۔ المطری (التعریف بالاسنت البھرة من معالم دار البھرة) بر موقع نیز بخاری جہاد، و فضائل المدینہ وغیرہ بخاری میں غیر کی جگہ عاثر بھی لکھا ہے۔

ایسے میدان شہر مدینہ کے مشرق اور مغرب دونوں طرف شمالاً جنوباً ملتے ہیں۔  
 ثور ایک پہاڑ ہے جو مدینہ کے شمال میں جبل احد سے بھی کچھ پرے واقع ہے،  
 اور جبل غیر مدینہ کے جنوب میں ایک بڑا پہاڑ ہے۔ المظری نے (جن کی  
 وفات آٹھویں صدی ہجری کے وسط میں ہوئی) شہر مدینہ کی جو نہایت  
 اہم تاریخ (التعریف بما انت الهجرة من معالم دار الهجرة) لکھی ہے  
 اور جو جملہ متاخرین کا ماخذ ہے اُس میں خوش قسمتی سے اس کی مزید تفصیل  
 ملتی ہے، جو یہ ہے :-

”عن كعب بن مالك قال بعثني رسول الله صلى الله عليه وسلم  
 اعلم على أشرف حرم المدينة فأعلمت على أشرف ذات  
 العيش وعلى مشيرب وعلى أشرف مخيض وعلى الحقياء و  
 على ذي العشرة وعلى تيم۔ فاما ذات العيش فنقب ثنية  
 الحفيرة من طريق مكة والمدينة واما مشيرب فما  
 بين جبال في شامى ذات العيش، بينها وبين خلأئ الضيوة  
 واما أشرف مخيض فجبال مخيض من طريق الشام واما  
 الحقياء فما الغابة من شامى المدينة واما ذو العشرة فنقب  
 في الحقياء واما تيم فجبل في شرقي المدينة وذلك كله  
 يشبه ان يكون بريداني بريد..... ذات العيش في وسط  
 البيداء والبيداء هي التي اذا دخل الحجاج بعد الاحرام من  
 ذي الحليفة استقبلوها مصعدين الى جهة الغرب“

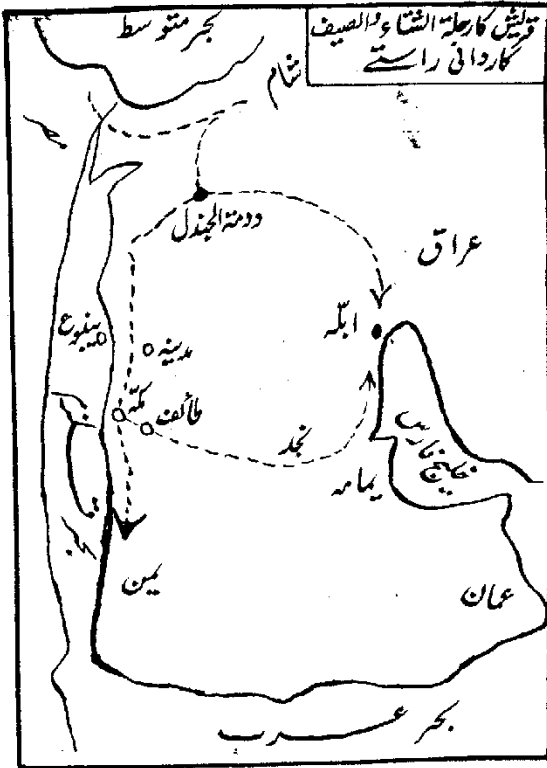
(ترجمہ) کعب بن مالک سے مروی ہے کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روانہ فرمایا کہ حرم مدینہ کی بلندیوں پر علم (یا منارے) تعمیر کروں چنانچہ میں نے ذات الجیش کے ٹیلوں پر علم تعمیر کئے اور مشرب پر اور مخیض کے ٹیلوں پر اور حفیاء پر اور ذی العشرہ پر اور یتیم پر۔ ذات الجیش تو حفرہ کی پہاڑی کے کنارے ہے جو مکے اور مدینہ کے راستے پر ہے مشرب تو ذات الجیش کے شمال میں پہاڑوں میں ہے اور اس کے اور خلائق کے بائیں جنوب واقع ہے۔ مخیض کے ٹیلے تو شام کے راستے میں مخیض کے پہاڑوں میں ہیں۔ حفیاء تو غابہ (جنگل) میں ہے جو مدینہ کے شمال میں ہے ذوالعشرہ تو حفیاء کے کنارے ہے اور یتیم ایک پہاڑ ہے جو مدینہ کے مشرق میں ہے۔

یہ سب تقریباً ایک منزل طویل اور ایک منزل عریض ہوتا ہے۔۔۔۔۔ ذات الجیش تو بیداء کے وسط میں ہے، اور بیداد وہ مقام ہے کہ حاجی احرام باندھ کر ذوالحلیفہ سے آگے بڑھیں تو بلندی پر چڑھتے وقت مغرب کی جانب اس مقام میں داخل ہوتے ہیں۔

مدینہ منورہ کے مشہور سیاح اور وہاں کے کتب خانہ شیخ الاسلام عارف حکمت لے کے مہتمم ابراہیم حمدی قریظلی کا مجھ سے بیان تھا کہ مدینہ کے مشرق میں ان حدود حرم کے کھنڈراب تک موجود ہیں اور پائے سے

کوئی ہاتھ بھراؤ پچھے باقی ہیں۔ چوں کہ عہد نبویؐ کے بعد ان حدودِ حرمِ مدینہ کی تجدید کا کہیں پتہ نہیں چلتا اس لئے جبلِ تیم کے یہ آثار خاص عہدِ نبویؐ کی متبرک تعمیر معلوم ہوتے ہیں۔

اس ایک حد تک غیر متعلق بحث کے بعد، جیسا کہ بیان کیا گیا، مدینہ آنے پر آنحضرتؐ کا پہلا کام ایک شہری مملکت کی بنیاد ڈالنا تھا۔ اور اسے



فرات  
ہوئی تو  
آنحضرتؐ  
نے اس  
پاس کے  
علاقے پر  
توجہ مبذول  
کی۔ عرب  
کے نقشے  
پر نظر ڈالیں  
تو واضح  
ہوتا ہے  
کہ مکہ  
وہاں کی

کی راہ اگر شام یا مصر جانا چاہتے تو مدینے کے قریب سے ساحل کے کنارے کنارے گزرنا پڑتا ہے اگر مدینے سے مینوع تک بسنے والے قبائل اور آبادیوں کو ہمنوا کر لیا جائے تو مکے والوں کے قافلے کا اُدھر سے گزرنا بڑی آسانی سے خطرناک کر دیا جاسکتا ہے ان قبائل سے انصار کی پہلے ہی سے حلیفی تھی۔ اب آنحضرت نے اس کی تجدید کی اور اس میں جنگی امداد کی دفعہ بھی بڑھائی اس تنظیم اور خاموش تیاری میں کئی مہینے لگ گئے۔ اس کے بعد مدینے سے چھوٹی چھوٹی جماعتیں بھیج کر قریشی کا ردالوں کو ہراساں کیا جائے اور ان کو یہ بتایا جائے گا کہ اب انہیں اس اسلام کے زیر اثر علاقے سے گزرنا ہے تو سردار مدینہ کی اجازت ضروری ہے۔ قریش نے زور دکھانا اور قوت کے ذریعے سے اپنا راستہ بنا چاہا۔ اسی کش مکش نے ان خونریزیوں اور لڑائیوں کی صورت اختیار کی جن کے ایک خاص پہلو ”یعنی میدان ہائے جنگ“ پر آج یہاں روشنی ڈالنی مقصود ہے۔

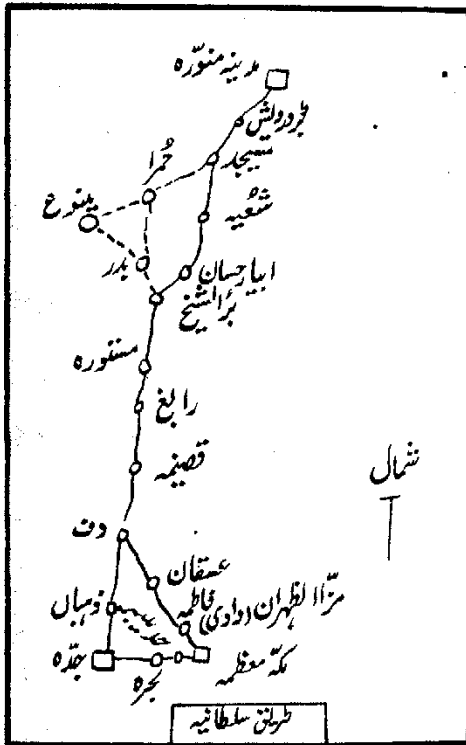
۱۷ ابن ہشام ابن سعد وغیرہ میں یہ معادلات ہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھئے میری کتاب مطبوعہ مصر ۱۹۴۷ء الوثائق السیاسیہ ۱۷ ابن سعد ج ۱ ص ۲۷۷

# بَدْر

**محل وقوع** | جوں کہ حجاز یعنی عرب کے مغربی علاقے میں پہاڑیاں

ہی پہاڑیاں ہیں اس لئے وادیاں گھاٹیاں ہی آنے جانے کا راستہ ہیں کاروانی راستہ عمر باجوڑی وادیوں سے گزرتا ہے گھاٹیوں کا راستہ زیادہ دشوار گزار ہے۔ غرض کسی جگہ جانے کے لئے یہاں ایک سے زیادہ راستے ہوتے ہیں۔ یہی حال بدر کا ہے۔ عہد نبویؐ اور اس سے پہلے مکہ، مدینہ اور بدر کا راستہ جن مقاموں یا منزلوں سے گزرتا تھا۔ وہ اب بڑی حد تک بدل گیا ہے کیوں کہ جب سے اسلام آیا اور حج کو جانے والے ہزاروں سے گزر کر لاکھوں ہونے لگے اور ابھی پہلی جنگ عظیم سے پہلے دس دس پندرہ پندرہ ہزار اونٹوں کے قافلے معمولی بات تھی۔ تو لازمی طور پر پانی اور پڑاؤ کی ضرورتوں نے بعض منزلوں کو بدلنے پر مجبور کیا اور ترکی زمانے کا ”طریق سلطانیہ“ وجود میں آیا آج کل یہی اختیار کیا جاتا ہے۔ سعودی دور میں موٹریں بھی آگئی ہیں۔ ان کے راستے کی ضرورتیں اور ہی ہیں۔ اسی طرح سفر صلح حدیبیہ کا راستہ الگ تھا۔ غزوہ فتح مکہ میں قریش کو خبر نہ ہونے دینے کے لئے ایک بالکل اور ہی راستہ اختیار کیا گیا تھا اور سفر حجۃ الوداع کا ایک اور جن کی تفصیلیں ابن ہشام وغیرہ میں ملتی ہیں۔

بدر کو اب تک موڑ نہیں جاسکی ہے، کیونکہ راستہ میں کئی جگہ بلند گھاٹیاں ہیں اور بہت نرم ریت ملتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خاص انتظام کے بغیر مکے اور مدینہ کے مابین اونٹوں کے سفر پر بھی بدر پر سے نہیں گزر سکتے۔



مدینہ سے آنے والے مسیج پر طریق سلطانیہ چھوڑ دیتے ہیں اور قصبہ خیف سے گزر کر حراء میں منزل کرتے ہیں پھر قصبہ حصفہ سے گزر کر بدر پہنچتے ہیں اس کے برخلاف مکے سے جانے والے براہیہ پر سے کسی قدر آگے درب الحجہ پر طریق سلطانیہ چھوڑتے ہیں۔ اور صبح نکلیں

اے اس مقام پر چند سال ہوئے مسلمانان حیدر آباد کے چندے سے نواب نھامت جنگ نے چند کرے نیکر کرائے ہیں جو سرے کا کام دیتے ہیں۔

تو شام تک بدر پہنچ جاتے ہیں۔ بدر سے دینے تک کا راستہ بہت سرسبز ہے میلوں لمبے نخلستان ملتے ہیں، راستے میں خاص کر بدر و حراء کے مابین گھنے جنگل بھی ہیں، پانی بھی میٹھا ہے، اونٹوں اور بھیڑ مکریوں کے گلے بھی ہر جگہ چرتے نظر آتے ہیں۔

شہر بدر کی تاریخ سے یہاں بحث نہیں موجودہ شہر بدر :- ہے آج کل یہ ایک بہت بڑا گاؤں

ہے۔ کئی سوختہ مکان پتھر کے بنے ہوئے ہیں جن کو مقامی اصطلاح میں قصر (جمع قصور) کہتے ہیں۔ شہر میں دو مسجدیں ہیں۔ ایک پنج وقتہ نماز کے لئے ہے۔ جس میں ایک منارہ یا اذان دینے کا ”ماذنہ“ بھی ہے۔ دوسری مسجد جسے مسجد غمامہ اور مسجد عریش بھی کہتے ہیں یہاں کی جامع مسجد ہے۔ کیونکہ اس جگہ تعمیر ہوئی ہے جہاں غزوہ بدر کے موقع پر جناب رسالت مآب کے لئے عریش یا جھونپڑی تیار کی گئی تھی۔ یہ ایک چھوٹی سی پہاڑی پر واقع ہے۔ جہاں سے میدان جنگ کو دیکھ سکتے ہوئے گئے۔ مگر آج کل باغوں اور کھجور کی اونچی پٹروں کی وجہ سے وہاں سے بدر کا معرکہ کا رزار نہیں دیکھ سکتے پانی کا چشمہ جو زمین دوز نہر کی صورت میں ہے، ان ہر دو مسجدوں کے صحن میں سے گزرتا اور وضو کے حوضوں کا کام دیتا ہے۔ آبادی

لے شامی کے الفاظ ہیں ”تل مشرف علی المعركة“

سے ملا ہوا دور تک کئی میل کے رقبے پر پھیلا ہوا نختستان کا سلسلہ چلا گیا ہے۔ جس میں کچھ ترکاری کی بھی کاشت ہوتی ہے۔ ہر جمعہ کو یہاں ایک بازار لگتا ہے جس میں دُور دُور سے بدو آتے اور خرید و فروخت یا تبادلہ اشیاء کرتے ہیں۔ بدو عموماً گھی، کھالیں، روغن بلیسیاں، اونٹ، بکریاں اور اونٹنی کبلیں یا عباہیں فروخت کے لئے لاتے ہیں قبل اسلام بدر میں سالانہ ہفتہ بھر ایک بڑا میل لگتا تھا اور غالباً یہاں ایک بڑا بت خانہ بھی تھا۔ اس کے آثار تو اب نہیں ہیں لیکن بڑا شیخ سے بدر کو جائیں تو بدر کے قریب، کوئی میل بھر پہلے، سڑک کے قریب ایک عجیب شکل کی چٹان ملتی ہے۔ جو بالکل بیٹھے ہوئے اونٹ کی طرح نظر آتی ہے۔ زمانہ جاہلیت میں عرب ہر ایسی چیز کی پوجا شروع کر دیتے تھے۔ کوئی تعجب نہیں جو یہ بھی ایک بت رہا ہو۔

بدر ایک بیضوی شکل کا میدان ہے۔ کوئی ساٹھ یا پانچ میل لمبا اور تقریباً چار میل چوڑا، اطراف بلند پہاڑ ہیں۔ مکہ، شام اور مدینہ جانے کے راستے جو وادیوں میں سے گزرتے ہیں یہیں ملتے ہیں۔ ترکی دور میں شریف عبدالملک نے اس میدان میں ایک مضبوط قلعہ تعمیر کیا تھا۔ اب وہ لوٹ پھوٹ گیا ہے۔ یہ میدان سنگلاخ یا ریتلا ہے۔ مگر جنوب مغربی حصے کی زمین نرم ہے۔ جنگ بدر کے دن بارش ہوئی تھی تو یہ مقام، جہاں قریش کا پڑاؤ تھا، دلدل بن گیا تھا۔ مگر اب یہاں

لے تاریخ طبری ص ۱۲، صف ۱۶۰ مکہ ابن ہشام ص ۲۹

ایک سرسبز نخلستان ہے۔

بدر کے اطراف جو پہاڑ ہیں اُن کے مختلف حصوں کے نام مختلف ہیں۔ ان میں دُور دُور سے سفید ریت کے تودے نظر آتے ہیں۔ آج بھی ان سفید پہاڑیوں میں سے سفید کا نام العُدوة الدُّنیا اور دوسری کا العُدوة القُصویٰ ہے۔ ان دونوں کے درمیان جو بہت اُدنچا پہاڑ ہے۔ اسے اب جبل اُسفل کہتے ہیں۔ کیوں کہ اس کے پیچھے دس بارہ میل پر سمندر ہے اور ابوسفیان کا قافلہ راستہ کتر اگر ساحل کے کنارے کنارے گزر گیا تھا تو قرآن میں اس کا ذکر وَالزَّكِبِ اَسْفَلَ مِنْكُمْ (کاروان تم سے نیچے تھا) کے الفاظ میں کیا گیا ہے۔ بدر سے سمندر کی مسافت کے متعلق واقعہ نے ہی من الساحل علی بعض نہا“ (وہ ساحل سے دن کے کچھ حصے پر واقع ہے) لکھا ہے جو چاہے موٹر کے لئے صحیح ہو لیکن اونٹ پر سفر کے لئے یقیناً ممکن نہیں، واقعہ نے محض قیاس کیا ہو گا۔ بجز اس کے کہ اب سمندر ہٹ گیا ہو۔

جنگ بدر کی چند تفصیلیں | ایک طرف تو قریش کا مسلمانوں پر مظالم توڑ کر انہیں جلا وطنی پر مجبور کرنا، جلا وطنی پر ان کی جائیدادوں کو ضبط کر لینا اور ان کے نئے مکان

۱۔ کتاب المغازی مخطوطہ برٹش میوزیم ورق (۳۰ ب)  
۲۔ صحیح بخاری کتاب ۶۷ باب ۸۷ حدیث ۳۷ نیز ابن ہشام ط ۲۲۲ نیز  
ط ۳۳۹ بطور ص ۵۷

(جیشہ اور پھر مدینے) میں وہاں کے حکمرانوں اور بااثر لوگوں کو ان تارکین کو پناہ نہ دینے کی ترغیب دینا دوسری طرف ان ناانصافیوں کا بدلہ لینے کے لئے مدینہ سے مسلمانوں کا قریش پر معاشی دباؤ ڈالنا اور بزور قریشی قافلوں کی آمد و رفت کو اپنے زیر اثر علاقے میں روک دینا یہی بدر کی لڑائی کا باعث ہو سکتے ہیں۔

قریشی قافلوں کو لوٹ، ڈاکہ اس وقت سمجھا جائے یہ بے قصور ہوں اور لوٹنے والے حکومت نہیں بلکہ خانگی افراد ہوں۔ ورنہ دو سلطنتوں میں کشیدگی پر نہ صرف جان و مال و آبرو کے خلاف بھی ہر فریق دوسرے کو نقصان پہنچانے کا پورا حق رکھتا ہے۔

یہی وجہ ہے۔ میں ان لوگوں سے متفق نہیں ہوں جو قریشی قافلوں کو لوٹنے کے لئے بیجھی ہوئی ہمتوں کے وجود ہی سے انکار کرتے ہیں۔ شبلی مرحوم نے ”کائبیسا قون الی الموت“ کی آیت سے استدلال کر کے کم از کم جنگ بدر کی حد تک اپنی رائے کو مستحکم کر لیا ہے کہ آنحضرت قافلے کو روکنے کے لئے نہیں بلکہ قریشی امدادی دستے

۱ ساریخ طبری ص ۶۳ سیرۃ ابن ہشام ص ۱۷ تا ۱۸ مسند ابن حنبل ج ۱ ص ۱۹۸

۲ سیرۃ النبی جلد اول احوال جنگ بدر

۳ گویا انہیں موت کے منہ میں دھکیلا جا رہا ہو۔

سے مقابلے کے لئے نکلے تھے۔ لیکن ”اِذْ يَعِدُّكُمْ اللّٰهُ اِحْدٰى الطّٰافَتَيْنِ اِنْهَالَكُمْ وَاَلْوُدُّوْنَ اَنْ غَيْرُ ذٰلِكَ الشُّوْكَهٖ تَكُوْنُ لَكُمْ“ کی صریح آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مدینے سے چلتے وقت مسلمانوں کو یقین نہ تھا کہ آیا وہ قافلے سے ملیں گے یا امدادی دستے سے ڈبھیڑ ہوگی۔ دونوں امکانات تھے چونکہ قریشی قافلہ ایک ہزار اونٹوں پر مشتمل اور پانچ لاکھ درہم کا اسباب لیکر آ رہا تھا۔ اس لئے مدینہ والوں کو یقین تھا کہ اس مدد اور حفاظت کے لئے قریش اپنے تمام حلیفوں کی مدد سے ہزاروں آدمیوں کے ساتھ مقابلہ اور کشمکش کریں گے۔ مدینے سے زیادہ دُور، مکے کی سمت جانا بہتوں کے لئے ”موت کے منہ میں جانا“ معلوم ہوتا تھا۔

اس شام سے آنے والے قافلے کو مسلمان مدینے کے شمال یا مغرب میں روک سکتے تھے لیکن شام سے اس کے نکلنے کی اطلاع موجودہ زمانہ نہیں کہ تاریخ پر اُسی دن مل جائے۔ اونٹوں کے قافلے کی اطلاع اونٹ سوار ہی دے سکتے تھے اور بمشکل دو ایک دن اول مدینے سے ساحل کو سیدھا جانے میں دو تین دن ضرور لگ جاتے ہیں۔ ایک

---

۱۔ جب اللہ تم سے دو میں سے ایک گروہ کا وعدہ کر رہا تھا کہ وہ تمہارے ہاتھ پڑے گا اور تمہاری تنہائی تھی کہ کمزور گروہ تمہیں ملے۔  
۲۔ معاذی واقعی (۸)

بڑا بخاری قافلہ بے شبہ آہستہ آہستہ منزل بہ منزل ہی کہا جاسکتا ہے اور  
 یلغار کر نیوالی فوج خاص کر دشوار گزار گھاٹیوں کی مدد سے تیز تر جاسکتی  
 ہے۔ بدر ایسا مقام تھا جو ساحل سے بھی قریب بڑا مقام ہونے کی وجہ  
 سے قافلے دیں سے گزرتے تھے مدینے اور مکے کے راستے کا قریب  
 ترین اتصال بھی وہیں ہوتا تھا اور اس کی توقع کی جاسکتی ہے کہ وہاں مسلمان  
 اس قافلے کو جالیں گے۔ سیدھے مغرب کی سمت ساحل کو جائیں تو قافلہ  
 گزر چکنا اور ہوا بھی یہی۔ یعنی آنحضرتؐ البوسفیان سے بشکل چند گھنٹے قبل  
 بدر پہنچتے ہیں۔ اس کی ایک وجہ غیر معروف راستوں سے چکر لگا کر جانا  
 تھا۔ تاکہ حریف کو خبر نہ لگے۔ آنحضرتؐ راستے میں بھی ٹوہ لیتے گئے اور  
 بدر کے قریب پہنچ کر متعدد ساندنی سوار بھیجے تاکہ اس کا پتہ چلائیں کہ قافلہ  
 کہاں ہے جو ساندنی سوار شمال مغرب میں شام کے راستے پر بھیجے گئے  
 تھے، انہوں نے واپس آکر غالباً آنحضرتؐ کو اطلاع دی ہوگی کہ قافلہ اب  
 آیا ہی چاہتا ہے اور اس اطلاع پر یہ گمان کر کے کہ قافلہ بدر میں سے  
 گزرے گا آنحضرتؐ عین راستے پر وادی کے داخلے کے پاس پڑاؤ  
 ڈالتے ہیں۔ یہ سفر لوہری تنظیم سے ہوا تھا، مدینے میں ایک نائب کو چھوڑا  
 گیا تھا۔ فوج میں انصار اور مہاجرین کے الگ الگ بھندے بھی تھے۔

۱۔ طبری ص ۱۲۸ ۲۔ طبری ص ۱۳۰ ۳۔ ایضاً نیز ص ۱۲۹ ص ۱۳۰ ۴۔ دو

بدری لڑکیوں کی گفتگو تاریخ آدم پر (طبری ص ۱۳۰)

فوج کے مختلف حصے بھی تھے۔ ساقہ یعنی تیچھے کے اہم دستے پرقیس المازنی (النصاری) کو مامور کیا گیا تھا۔

قافلے کو اطلاع مل گئی تھی کہ خود شام کو جلتے وقت مسلمانوں نے اس کا تعاقب کیا تھا۔ اس سے پہلے چھ سات اور قریشی قافلوں کو یہی تجربہ ہو چکا تھا اسی لئے قافلہ جو کنا تھا۔ قافلے عموماً رات کو چلتے ہیں اور صبح کے قریب منزل پر پہنچ کر آرام کرتے ہیں۔ بدر کی خطرناک گھاٹی سے قریش واقف تھے۔ اسی لئے بدر پہنچنے سے کافی مسافت پہلے (اور شامی کے مطابق الحنین کے موڑ پر) قافلہ رُک جاتا ہے اور قافلہ سالار (الوسفیان) ٹوہ لینے نکلتا ہے ابھی آنحضرت میدان بدر کے اندر نہیں آئے تھے۔ لیکن ان چھوٹے مقاموں پر ایک بھی اجنبی گزرے تو ہر شخص اس سے واقف ہو جاتا ہے۔ آنحضرت کے ساندنی سواروں کو لوگ دیکھ چکے تھے گو ان کی غرض کا پتہ نہیں چلا تھا البوسفیان کو بھی ان باتوں پر بدوؤں نے ساندنی سواروں کا پتہ دے دیا اس نے ان کے قدموں پر چل کر اونٹ کی تازہ مینگنیاں دیکھیں اور فوراً معلوم کر لیا کہ وہ مدینے کا چارہ کھائی ساندنیاں تھیں۔ قافلہ سالار اس پر بھاگا بھاگا بدر سے واپس قافلے میں پہنچتا ہے اور ایک طرف آگے کو مدد کے لئے تیز رفتار پیام رسال بھیجتا ہے اور ساتھ ہی خود بھی راستہ کاٹ کر بدر کو چھوڑتے ہوئے

۱۶ مئی ۱۹۹۱ء مغازی الواقدی ورق (۸ ب) ۳ سیرۃ شامی احوال جنگ بدر۔

ساحل کے قریب سے دو منزلے کو منزلہ کرتا ہوا، آرام لئے بغیر قافلے کو رات بھر چلنے کے باوجود دن بھر چلا کر جل دے جاتا ہے اور چند گھنٹے ٹھہر کر پھر آگے بڑھ جاتا ہے اور اس طرح مسلمانوں کی دسترس سے بچ کر صحیح سلامت مکہ پہنچ جاتا ہے۔

قافلہ سالار کا پیام مکہ پہنچا تو وہاں لازمی طور پر کہرام مچ گیا۔ کیوں کہ ہر ایک گھرانے کا کچھ نہ کچھ

سامان اس میں تھا جلدی میں قریش نے ناکافی تیاری کی اور جملہ حلیفوں کے اکٹھے ہونے کا انتظار نہ کیا۔ خاص کر جنگ جو احابیش کو ساتھ نہ

لینے پر بعد میں وہ بہت پچھتاتے بھی رہے۔ پھر بھی ہزار کے قریب رضا کار جمع ہو گئے جن میں سے بعض کے پاس گھوڑے بھی تھے۔

اس ملک کو مکے سے بدر پہنچنے میں کم و بیش ایک ہفتہ ضرور لگا

ہو گا یہ سوال کافی پیچیدہ ہے کہ قافلے کے ہاتھ سے نکل جانے کے

بعد آنحضرت کیوں فوراً مدینہ واپس نہیں ہو گئے اور کیوں ہفتہ بھر بدر

میں پڑاؤ ڈالے اپنے مرکز سے دور خطرے کا سامنا کرتے مقیم رہے۔

جہاں تک غور کیا مجھے ایک ہی وجہ سمجھ میں آتی ہے ہجرت کے ساتھ

ہی آنحضرت نے اس پاس کے قبائل سے حلیفی اور معاونت کے

معاہدے کرنے شروع کر دیئے تھے۔ چنانچہ سہ ماہ میں جہنہ کے بعض

۱۔ ابن ہشام ص ۹۲

سرداروں سے معاہدہ ہوا تھا سہ ماہی میں یسوع کے آس پاس بسنے والے بنو صمرہ، بنو مدلج، بنو زرعہ اور بنو العربیہ سے دوستی اور اعانت یا غیر جانبداری کے معاہدے ہو گئے تھے۔ خوش قسمتی سے تاریخ نے ان معاہدوں کے متن کو محفوظ رکھا ہے۔ اور ان معاہدوں کے ساتھ ہی قریش پر راستہ بند کیا جاسکا، کیونکہ یہ سب قبائل مدینے اور بحر قلزم کے مابین بستے تھے، اور انہیں کی سرزمین سے قریشی کار والوں کو گزرنا پڑتا تھا۔ وجہ جو بھی ہوئی ہو، ابتداءً شام سے آنے والے قافلے کو روکنے کے لئے آنحضرتؐ نے ایک موزوں جگہ پڑاؤ ڈالا، پھر وہیں مقیم رہے۔ جب قریش کی فوج کے آنے کی اطلاع ہوئی تو آنحضرتؐ نے طے کیا کہ ان سے مقابلہ کرنا چاہیئے اگرچہ دشمن کی تعداد تقریباً تکی تھی۔ اس وقت ہمراہی افسروں نے جو بدر کے جغرافیہ سے بہتر واقف تھے، مشورہ دیا کہ مکے یعنی جنوب سے آنے والے دشمن کے مقابلے کے لئے پڑاؤ کو بدلنا مناسب ہوگا۔ پانی پر اپنی بہتر دسترس اور دشمن کو اس سے محروم کرنا خاص طور پر پیش نظر رکھا گیا اسی طرح لڑائی چونکہ عموماً صبح کو شروع ہوتی تھی، اس لئے اس کا لحاظ رکھا گیا کہ دن چڑھے تو سورج آنکھوں پر نہ آئے۔

۱۔ ملاحظہ ہوا لوثائق ایسا سہ طبع مصر ۱۹۲۷ء نیز ابن سعد وغیرہ ابن ہشام ۲۳۹ ص ۲۷ مغازی الراقدی۔ ورق ص ۱۵

بدر کے پانی کے متعلق مورخوں نے جو تفصیلیں لکھی ہیں۔ وہ کچھ زیادہ واضح نہیں ہیں۔ ممکن ہے گزشتہ ساڑھے تیرہ سال میں پانی کے بہاؤ اور سوتوں میں تبدیلی ہوئی ہو۔ بہر حال موجودہ حالت یہ دیکھی گئی کہ وہاں ایک چشمہ ہے، جسے ہم کاریزیازمین دوزنہر کہہ سکتے ہیں، اس کا بہاؤ شہر سے جبل عریش اور تھلستان کی طرف ہے، اور مسجد عریش سے کوئی پندرہ بیس قدم پہلے کالیول پیدل راستے کے برابر ہے۔ مگر ظاہر ہے مسجد عریش ایک ٹیلے پر ہے۔ اس لئے مسجد کے اندر اس کا منہ کافی گہرائی پر ہی کھولا جاسکتا ہے۔

غالباً آنحضرتؐ نے قریش کے آنے پر العُدوة الدنیا سے آگے بڑھ کر مسجد عریش کے قرب و جوار میں اس چشمے کے بہاؤ کے موقع پر پڑاؤ ڈالا اور متعدد حوض بنا کر اس بہتے پانی کو جنگ کے دن قریش پر روک دیا، کیونکہ ان کا پڑاؤ اور بھی نیچے العُدوة القصویٰ پر تھا۔ متعدد بڑے حوضوں کے بغیر اس بہتے پانی کو زیادہ دیر تک روکا بھی نہیں جاسکتا تھا۔

مسلمانوں کے پاس تین سو سے

### فلقین کی صف بندی

کچھ ہی زیادہ سپاہی تھے۔ دشمن کی تعداد مؤرخوں نے ساڑھے نو سو لکھی ہے۔ ایک بہتر ”تعلیہ“ (صف بندی) کے بغیر عام حالتوں میں مقابلہ زیادہ دیر تک جاری نہیں رہ سکتا تھا۔ امام

۱۷ طبری ص ۱۲۹، ص ۱۳۰، ۲ ایضاً نیز ابن ہشام ص ۴۳

ترمذی کے مطابق اسلامی فوج کی تقسیم لڑائی سے پہلے کی رات ہی کو عمل میں آچکی تھی۔ لڑائی کے دن سویرے ہی آنحضرتؐ نے مسلمانوں کو قطاروں میں تقسیم کیا۔ اور صف بندی کا جنگ سے پہلے تنقیدی نظر سے معائنہ کیا۔ آپؐ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی۔ معائنہ میں کوئی سپاہی ذرا بھی آگے یا پیچھے نظر آتا تو آپؐ اسے فوراً درست کرتے۔ اس صف بندی کے بعد آپؐ نے فوج کے مختلف حصوں پر انسر مقرر کئے۔ واقدیؒ کے مطابق میمنہ پر حضرت ابو بکر صدیقؓ تھے مگر یہ مشتبہ معلوم ہوتا ہے کیونکہ حضرت صدیقؓ پورا وقت جناب رسالتاب کے ساتھ رہے جیسا کہ ابھی آگے تفصیل آئے گی۔ واقدیؒ نے لکھا ہے کہ مسلمانوں کی فوج تین مستقل جماعتوں پر مشتمل تھی۔ مہاجرین اوس اور خزرج اور ہر ایک کا علمبردار بھی الگ تھا (نیز طبری ص ۱۲۹)

اس صف بندی کے بعد آنحضرتؐ نے سپاہیوں کو چند اہم ہدایتیں دیں جن کا ماحصل یہ ہے کہ مسلمان اس صف بندی کو نہ توڑیں اور اس وقت تک لڑائی کا آغاز نہ کریں جب تک آنحضرتؐ اجازت نہ دیں۔ دشمن دور ہو تو تیر چلا کر ضائع نہ کریں۔ زبرد پر آئے تو تیر چلائیں، اور بھی قریب

۱ جامع الترمذی ابواب الجہاد ۲ طبری ص ۱۳۱۹  
 ۳ مفادی الواقدی ورق (۵ اب) ۴ یہ ہدایتیں اکثر کتب حدیث میں ملتی ہیں مگر ان کا بدریں دیا جانا واقدیؒ کی بیان ہے نیز ابن ہشام ص ۴۴۳



آئے تو پتھروں سے ماریں، اس سے بھی نزدیک ہو جائے تو نیزوں سے روکیں اور سب سے آخر میں تلوار کھینچیں گے۔ یقیناً ہر مسلم سپاہی نے اپنے کھڑے ہونے کی جگہ ہاتھ سے پھینکے جانے والے پتھروں کی ڈھیر لگالی ہوگی۔ جو میدانِ بدر میں اسلامی فیمپ پر کافی مقدار میں ملے ہیں۔ مسلمان چونکہ کھڑے ہوئے اور مدافعت پر تھے اس لئے یہ ان کے لئے ممکن تھا۔ دشمن جارحانہ حملہ کر کے بڑھا آ رہا تھا۔ اس لئے وہ چاہتا بھی تو زیادہ مقدار میں پتھر نہ لے سکتا۔ مسلمان سپاہیوں کے پاس چونکہ کوئی امتیازی لباس نہ تھا۔ اس لئے ”یا منصور اُمت“ کا جملہ ان کا شعار مقرر کیا گیا۔ جب دو آدمی مقابل ہوتے اور فریقِ ثانی یہ شعار نہ دہراتا تو فوراً معلوم ہو جاتا کہ وہ دشمن کا آدمی ہے ”الملائکۃ مسومین“ (نشان لگانے والے فرشتے) کی آیت کی تفسیر میں (جو بدر ہی کے سلسلے میں ہے) طبری وغیرہ نے یہ حکم نبوی بھی نقل کیا ہے کہ مسلمان لباس و ہیئت وغیرہ میں امتیاز بھی پیدا کر لیں ”تسوموا فان الملائکۃ تسومت“ (نشانیاں لگا لو کیوں کہ فرشتوں نے بھی نشانیاں لگالی ہیں)

دشمن کی تنظیم کا زیادہ پتہ نہیں چلتا۔ واقعہ کے مطابق ان کا

لے مغازی الواقدی ورق (۶)

لے مغازی ورق (۵ اب)

مہینہ دویسہ دو چھتے تھے اور فوج میں تین جھڑے تھے۔ انہوں نے پیش قدمی کر کے ایک خاص مقام پر توقف کیا۔ پھر اپنے زمانے کے جنگی رواج کے مطابق مبارزہ کیا یعنی ان کا ایک بہادر صفوں سے آگے بڑھا اور دعوت دی کہ مسلمانوں کا بھی ایک پہلوان آگے آئے اور دونوں تنہا لڑیں۔

آنحضرتؐ نے اپنی صف بندی مکمل کی اور انتظام کی طرف سے مطمئن ہو کر اپنے ”اسٹاف“ کے ساتھ ایک ٹیلے پر چڑھ گئے۔ جہاں سے میدان جنگ صاف نظر آتا تھا اعلیٰ تل مشرف علی المعرکہ اس ٹیلے پر آنحضرتؐ کی اجازت سے ایک جھونپڑی (عرش) تیار کی گئی تھی۔ جس کا منشا کچھ تو دھوپ کے وقت سپہ سالار کے لئے سایہ مقصود تھا، اور کچھ دشمن کے تیروں سے بچاؤ کے پیش نظر ہو گا۔ یہاں خید تیز رفتار سانڈ نیاں بھی متعین تھیں لے یقیناً اپنی فوج کو ہدایت پہنچنے میں آنحضرتؐ نے ان سے کام لیا ہو گا۔ ان سانڈنیوں کا منشا یہ بھی تھا کہ ضرورت پر آنحضرتؐ ان پر مدینہ جاسکیں اور عریش سے مدینے کا راستہ کھلا رکھا گیا تھا۔ نیز طبری کے مطابق عریش پر ایک محافظ کا پہرہ بھی تھا لے اسی عریش یا جھونپڑی کی جگہ پر آج کل بطور یادگار ایک جامع مسجد تعمیر کی گئی ہے۔ اس میں فی الوقت تین کتبے ہیں ایک

لے ابن ہشام ص ۴۳۲ لے سیرۃ شامی غزوہ بدر لے ابن ہشام ص ۴۳۹ لے ص ۴۳۲ طبری ص ۳۲

منبر کے اوپر، دوسرا محراب کی کمان کے اوپر قبلہ رخ دیوار میں نصب ہے۔ تیسرا محراب کے پاس الگ زمین پر پڑا ہوا تھا۔ مسجد کی دیواریں مٹی کی ہیں۔ جن کے اندر ممکن ہے اینٹ ہو۔ پایہ پتھر کا ہے، منبر کے اوپر جو کتبہ ہے اس میں مصرعے مملوک افسر خشتقدم کا نام ملتا ہے۔ الملاکی غلطیاں (ہذا المكان، کانتی الفرغ وغیرہ) بھی انہیں عجیبوں نے کی ہوں گی۔ محراب کی کمان کے اوپر سنگ مرمر کا چھوٹا سا کوئی آٹھ اینچ مربع کتبہ ہے جو کچھ تو آرائشی خط میں طغری کی طرح لکھا ہوا ہونے اور کچھ قدامت کے باعث بہت کچھ گھس جانے کے باعث مجھ سے نہ پڑھا گیا۔ میری رائے میں یہ مملوکوں سے بھی پہلے کا ہے تیسرا کتبہ جو نیچے پڑا ہوا ہے۔ وہ بہت بدخط معمولی ریت کے پتھر پر لکھا ہوا اور غالباً حال کا ہے۔ اس کا زمین پر پڑا ہونا بتاتا ہے کہ مسجد کی موجودہ تعمیر بالکل جدید ہے اور دونوں نصب کئے ہوئے کتبے محض یادگار کے طور پر دیوار چھتے وقت لگا دیئے گئے۔ یہ تیسرا کتبہ بھی اپنے زمانے میں کہیں نصب ہو گا۔ اس میں بھی ”کان الفرغ“ کے الفاظ اب تک صاف پڑھے جاتے ہیں۔ مملوکوں کے کتبے کی عبارت میں نیویوں پڑھی ہے۔

سطر اول۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

۲۔ الثانی حضرت ہذا المكان المبارک۔

۳۔ خشتقدم امیرہ عسرہ (۹ عشرۃ، عشیرۃ) بدیا المصریہ مشیدۃ

العمارة السلطانية

۴۔ دکانل الفراع من ہذا البتة المبارک ریح الاول احد وعشرين  
فی سنتہ سنتہ و لتعمایة۔

(ترجمہ :- بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اس مبارک مقام پر حصار  
تعمیر کرنے کا آغاز خشفہم نے کیا جو سلطنت مصر میں امیر  
عشرہ اور سرکاری انجینئر تھا۔ اس مبارک عمارت کے  
بنانے سے ۲۱ ریح الاول ۹۰۶ھ میں فراغت ہوئی۔

شہدائے بدر کا مقبرہ بھی ایک ممتاز احاطے میں آج تک موجود  
ہے۔ ترکی دور میں وہاں سنگ مرمر کے ستون اور کتبے وغیرہ لٹکائے  
گئے تھے۔ مگر اب یہ کھنڈر ہو چکے ہیں، اس کے قریب ہی بدر کے مژور

ایک چٹان بتاتے ہیں اور لغتین  
دلاتے ہیں کہ اس عمودی غار میں  
آنحضرتؐ اترے تھے، مگر اس  
کی توجیہ مشکل ہے اور تاریخیں



بھی اس سے ساکت ہیں۔

بدر کی مقامی روایتوں اور وہاں کے مزدورین کے بیان کے  
مطابق لڑائی اسی جگہ ہوئی جہاں اب قبرستان واقع ہے۔ آنحضرتؐ  
نے اپنی چھوٹی سی جمیعت کے لئے بھی رضا کار عورتیں مقرر کی تھیں  
جو زخمیوں کی مرہم چٹی کرتیں، سپاہیوں کو پانی پلاتیں۔ میدان میں گرے

لے بخاری ص ۵۶

دشمن کے تیروں کو جمع کر کے مسلم تیراندازوں کو دینے کا خطرناک کام بھی کرتیں، غرض جتنا ہوتا ہا تھا بٹاتیں۔

لڑائی کے نتیجے سے سب واقف ہیں۔ مسلمانوں کے کوئی ایک درجن سپاہی شہید ہوئے۔ دشمن کے ستر آدمی کھیت رہے اور اتنے ہی گرفتار ہوئے۔ جو قید کر کے فوجی نگرانی میں غالباً پیدل مدینہ بھیج گئے ان کے ساتھ عام طور پر اچھا سلوک کیا گیا، جس کے پاس کپڑے نہ رہے تھے اُسے کپڑے دیئے گئے اور انہیں مسلمان سپاہیوں کے برابر کھلایا پلایا گیا۔ آنحضرتؐ نے جملہ لاشوں کو دفن کرایا اور فوراً دو تیز رفتار مبشر مدینہ بھیجے، ایک محلہ ہائے عالیہ کے لئے اور دوسرا محلہ ہائے سافلہ کے لئے تاکہ وہاں کی بے چین آبادی کو لڑائی کے نتیجے کی خوشخبری اور دیگر واقعات سنائیں۔ یہ رمضان ۳۷ء کا واقعہ قیدیوں سے برتاؤ عرب میں کیسا نہ تھا۔ وہ قتل بھی کر دیئے جلتے غلام بھی بنائے جاتے۔ خاص کر عورتیں اور بچے اور مفت بھی رہا کر دیئے جاتے۔ مالی فدیئے کا رواج مسلمانوں میں جنگ بدر کے پہلے ہی سے چلا آ رہا تھا۔ اب ایک ہتھیار فروش (نوفل بن الحارث بن عبد المطلب) سے ایک ہزار نیزے مانگے گئے۔ عام قیدیوں سے

۱۔ ابن ہشام ص ۵۵ ۲۔ ایضاً ص ۵۰۰ و بالبعد ص ۵۱۳ ۳۔ ایضاً ص ۵۱۳ کہ ابن ہشام ص ۵۵ ۴۔ تصنیف ابن سعد ۲ ص ۱۶ نیز بخاری ص ۵۶ ۵۔ سیرۃ شامی غزوہ بدر نیز ابن ہشام ص ۵۵ ۶۔ اصحابہ ص ۸۳۳۶ از ابن سعد نیز کشاف ج ۲ ص ۳۔

چار چار ہزار کی خطیر رقم طلب کی گئی تھی آنحضرت تعلیم کو جو اہمیت دیتے تھے۔ اس کا اندازہ یوں بھی ہو سکتا ہے کہ چار ہزار کی خطیر رقم کے عوض پڑھے لکھے قیدیوں کو دس دس بچوں کو لکھنا سکھانے پر رہا کر دیا گیا۔ چند ایک کو مسلمانوں سے آمندہ نہ لڑنے کے اقرار پر مفت بھی رہا کر دیا گیا۔ اسلامی محدث اور مورخ لکھتے ہیں کہ بدر میں قیام کے ساتھ ہی آنحضرت صلعم نے اپنے ممتاز انسروں کے ساتھ پھر کر میدان جنگ کا معائنہ کیا اور جگہ جگہ بتائے گئے کہ دشمن کا فلاں انسرفلاں جگہ ہو سکتا ہے اور اس کے مرکز کرنے کی جگہ فلاں ہے۔ سپہ سالار اعظم کا انتہائی خطرے کے موقع پر یہ اطمینان اور اقیان مانت انسروں اور ان کے ذریعے سے پوری فوج میں جو خود اعتمادی اور جوش و دلولہ پیدا کر سکتا ہے وہ ظاہر ہے اور ساتھ ہی یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ دشمن کی صلاحیتوں اور تجویزوں کا پیش اندازہ کتنا مفید اور ضروری ہوتا ہے۔

اسلام نے جہاں ہر چیز میں جمالیات کا لحاظ رکھا ہے۔ وہیں لڑائی کیلئے بھی انسانیت پرور اور قابل عمل قواعد بنائے ہیں۔ چنانچہ ایک مشہور حدیث جو غالباً اسی جنگ بدر کے موقع پر ارشاد ہوئی تھی، یہ

۱۔ ابن ہشام ص ۲۶۲ وغیرہ ۲۔ مسند ابن حبیل ۱/۲۶۶ ابن سعد ۲/ ص ۱۴  
۳۔ طبری ص ۱۳۵ نیز ابن ہشام ص ۱۴۴ ۴۔ مثلاً طبری ص ۱۲۸ "فلما ورد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدر اقبال ہندہ مصارعہم نیز ابن ہشام ص ۲۳۵ وغیرہ صحیح مسلم ج ۲ ص ۲

ہے کہ اِذَا قَتَلْتُمْ فَاحْسِنُوا الْقِتْلَةَ (جب تم کسی کو قتل بھی کرو تو اچھے طور سے قتل کرو) خواہ مخواہ تکلیف دہ کاموں کی اور مقابلے کے ناقابل زخمیوں کو قتل کرنے، عورتوں، بچوں اور لڑائی میں حصہ نہ لینے والے نوکروں غلاموں وغیرہ پر ہتھیار چلانے کی سختی سے ممانعت کی گئی اور قرآن مجید میں اسی جنگ بدر کے موقع پر ہتھیار کے استعمال کی ایک بڑی اہم ہدایت آئی کہ وَاصْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ (یعنی ان کی جوڑوں پر مارنا اور ظاہر ہے کہ دشمن کو لڑائی کے ناقابل کر دینے اور ساتھ ہی خونریزی کو حتی الامکان گھٹانے کی اس سے بہتر ہدایت کسی دست بدست لڑائی کے لئے نہیں دی جاسکتی۔

۱۔ دیکھئے تفسیر طبری برواق

# احمد

شام جانے کا بڑی راستہ قریش کے تجارتی کاروانوں کے لئے  
جواہریت رکھتا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اس کو کھلا رکھنے  
کیلئے ڈھائی لاکھ درہم کا چندہ کرنا اہل مکہ کے لئے ذرا بھی بار نہ گزرا  
کم و بیش اتنی ہی اور رقم انہوں نے بدر کے قیدیوں کو فدیہ دے کر  
چھڑانے میں صرف کی۔ سیرۃ شامی وغیرہ میں تفصیل سے بتایا گیا ہے  
کہ کس طرح قریش نے علاوہ اپنی ذاتی رضا کا رانہ جمیعت کے جس  
میں جنگجو ”احابیش“ بھی شریک تھے عمرو بن العاص، عبداللہ بن ازبوعری  
ہبیرہ بن ابی وہب، مسافع بن عبد مناف اور ابو عترۃ عمرو بن عبداللہ  
الجمعی کو تمام قبائل عرب میں بھیجا۔ اور خطرے کی اہمیت سمجھا کر مدینے  
پر حملے کے لئے مدعو کیا۔ اس میں اتنی کامیابی ہوئی کہ ”قالوا العرب جمعوا  
غرض تین ہزار کی جمیعت سال بھر کے عرصے میں تیار ہوئی جس میں سات  
سوزرہ پوش اور دو سو گھوڑے بھی تھے اس تیاری کی اطلاع مسلمانوں  
کے خفیہ نگار نے بروقت آنحضرت کو دے دی اور مدینہ بھی مدافعت کیلئے

۱۔ سیرۃ شامی احوال اُحد ۷۷ بر موقع ابن ہشام ص ۵۵۵ و بالبعد ۷۷ ابن ہشام  
ص ۵۶۱ ۷۷ سیرۃ شامی ”وكتب العباس الى رسول الله ﷺ مع رجل من غفارة“

تیار ہو گیا اور وسط شمال سمت میں اُحد کی معرکہ آرائی ہوئی۔  
قریشی مع اپنے حلیفوں کے مدینے پر دھاوا بولتے ہیں اور اُحد  
پہاڑ کے دامن میں لڑائی ہوتی ہے۔

## محل وقوع اور وجہ انتخاب | اُحد ایک پہاڑ ہے جو مدینے کے شمال میں

تین ساڑھے تین میل کے فاصلے پر شرقاً غرباً پھیلا ہوا ہے مکے کے  
متعلق سب جانتے ہیں کہ وہ مدینے کے جنوب میں واقع ہے۔  
عرصے میں یہ سوختا اور دوسروں سے پوچھتا رہا کہ مکے والے  
مدینے کے جنوب پر کیوں حملہ آور نہیں ہوئے اور کس مصلحت  
سے مدینے کے شمال میں جا کر اپنی واپسی اور اپنی کمک وغیرہ کا راستہ  
بند کر لیا۔ جب میری کسی طرح تشفی نہ ہوئی تو مجبوراً میں اس نتیجے پر  
پہنچا کہ موجودہ اُحد وہ مقام نہیں ہے جہاں غزوہ اُحد پیش آیا اور  
یہ کہ قدیم اُحد اصل میں مدینے کے جنوب میں ثبا کے قرب و جوار میں  
کسی جگہ واقع ہو گا قدیم مؤرخین اور جغرافیہ نگاروں کا متفقہ بیان کہ  
اُحد مدینے کے شمال میں ہے اور حتیٰ کہ حضرت حمزہ کا مزار بھی میری  
تشفی نہ کر سکے۔

لیکن جب میں نے برسرِ موقع مقامیاتی (ٹوپوگرافیکل) مطالعہ  
کیا تو وہ چیز سمجھ میں آگئی جو بیسیوں کتابوں کی سا لہا سال ورق گردانی  
سے بھی نہ آئی تھی۔

مدینہ ایک ایسے مقام پر آباد ہے جو دس میل لمبے اور اتنے ہی چوڑے میدان پر مشتمل ہے اسی میدان کو ”بحوفِ مدینہ“ اور بعد میں ”حرمِ مدینہ“ کا نام دیا گیا۔ اس میدان کے اطراف ہر سمت میں اونچی اور ایک دوسرے سے متصل پہاڑیوں کا سلسلہ بڑی دور تک چلا گیا ہے اور آمد و رفت تنگ وادیوں اور گھاٹیوں میں سے ہوتی ہے۔ جبلِ غیر اور جبلِ ثور سے محدود ہونے والا یہ میدان بالکل ہموار بھی نہیں ہے بلکہ بیچ میں سلع کا پہاڑ اور متعدد دیگر چھوٹی پہاڑیاں واقع ہیں جن کو بڑی جنگی اہمیت حاصل ہے۔

عہدِ نبوی میں مدینہ کوئی اس طرح کا شہر نہ تھا جیسا کہ وہ آج کل ہے، یا جس طرح کے گنجان محلّوں کے مجموعوں کے ہم عادی ہیں۔ اس زمانے میں وہاں عرب اور یہودی قبیلے بستے تھے اور ہر قبیلے کا محلّہ یا گاؤں دوسرے سے الگ اور فرلانگ دوفرلانگ یا اس سے بھی زیادہ فاصلے پر واقع تھا۔ اس طرح کے گاؤں کا سلسلہ جبلِ غیر سے جبلِ ثور تک برابر پھیلا ہوا تھا۔

ان گاؤں کی حالت یہ تھی کہ ان میں ایک یا زیادہ پانی کے کنویں ہوتے، رہائشی مکان پتھر کے بنے ہوئے اور غمواد و منزلہ ہوتے۔ ہر گاؤں میں برج کی وضع کی مستحکم عمارتیں ہوتیں جن کو آطام اور آجام کہا جاتا۔ جنگ کے زمانے میں عورتیں بچے، جانور اور دیگر اسباب ان میں منتقل کر دیا جاتا۔ ایک زمانے میں ان آطام کی تعداد ایک سو سے

زائد ہو گئی تھی ایک اور زمانے میں خاص ایک قبیلہ بنی زید میں (۱۴) اطم تھے ان میں سے بعض بہت بڑے ہوتے تھے۔ چنانچہ اخیم بن الجلاح کا اطم البیضان کتاب الاغانی کے مطابق سہ منزلہ تھا۔ سب سے نیچے کی منزل لاوے کے سیاہ پتھروں سے تعمیر ہوئی تھی۔ اس سے اوپر کے دو درجے (نبرۃ) "چاندی کی طرح سفید پتھروں" سے بنائے گئے تھے اور یہ اطم اتنا اونچا تھا کہ اونٹ ایک دن کی مسافت سے اس کو دیکھ سکتے تھے۔ قبا کے قریب اس اطم کے کھنڈر اور اس کی سب سے نیچے کی منزل اب تک باقی ہیں اور مدینے کی دور جاہلیت کی عربی تعمیر کے مطالعے کا موقع دیتے ہیں۔ ان اطم کے اندر اکثر پانی کے کنویں بھی ہوتے تھے، تاکہ محاصرے کے وقت کام دیں۔

ان منتشر اور دور دور بے ہوئے محلوں کے علاوہ مختلف افراد یا قبائل کے باغ تھے اور عموماً ان کا احاطہ پتھر کی دیوار سے بنایا جاتا تھا۔ یہ باغ آبادی کے اطراف چوطرت پھیلے ہوئے تھے۔

ان قبائلی آبادیوں میں سے ایک نام شرب تھا اور یہ گاؤں اب تک باقی ہے ممکن ہے کہ زمانہ جاہلیت میں یہ سب سے اہم آبادی ہو اور اسی کی بنا پر پورے جوٹ مدینہ کے دیہات پر شرب کا اطلاق ہوتا ہو۔ جس کی نظیریں ہر ملک میں ملتی ہیں۔ مدینۃ البنی کا محلہ جہاں

۱۲ جیسا کہ متعدد مؤرخوں نے لکھا ہے ۱۳ ایضاً ۱۴ آغانی ج ۱۳ ص ۱۲

آنحضرت رہتے تھے، کم و بیش وسط میں واقع ہے مکے والوں کو عام اہل مدینہ سے کوئی پرغاش نہ تھی۔ وہ صرف آنحضرت پر اپنا غصہ اتارنا چاہتے تھے۔ مسکن بنوی تک پہنچنے کے لئے جنوب میں گنجان باغ حاصل تھے جن کے باعث لڑائی کا کوئی میدان نہ تھا۔ جنوب مشرق میں تبا اور غل کی آبادیاں اور باغ تھے۔ مشرق میں مسلسل یہودی محلے تھے جو شمالاً جنوباً تبا سے لے کر تقریباً حد تک چلے گئے تھے۔ باغوں یا محلوں کا سلسلہ جنوب مغرب اور مغرب میں بھی پھیلا ہوا تھا مگر نسبتاً کم گنجان تھا۔ مدینے کی موجودہ فصیل پر شمال میں باب الشامی کے پاس بنو ساعدہ رہتے تھے۔ جن کا سقیفہ اب تک موجود ہے۔ اس سے آگے خود جبل سلع پر بنو حرام رہتے تھے۔ ان کا قبرستان اور سقیفہ بھی اب تک باقی ہیں۔ شمال مغرب میں وادی یعقوب کے کنارے بنو رومہ تک بہ کثرت باغ تھے۔ بنو رومہ مع اراضی تابعہ ابتدائی یہودیوں کے قبضے میں تھی۔ شمالی حصہ اللہ کھلا ہوا تھا۔ چونا ملی ہوئی سفید چوڑ کی زمین کے باعث آج بھی وہاں زراعت نہیں ہو سکتی۔ ادھر سے مدینۃ النبی کا راستہ کھلا ہوا بھی تھا۔ جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ مدینے کے جنوب میں بلند پہاڑیاں ہیں اور راستہ صرف وادیوں اور گھاٹیوں میں سے گزرتا ہے۔ عہد بنوی میں مدینے کو براہ راست جنوب سے آنے کے لئے تبا کی طرف ایک سخت دشوار گزار راستہ تھا جو لاوے کے پتھروں سے اٹا

۱۔ احادیث فضائل حضرت عثمان میں بنو رومہ کی خریداری کا ذکر کسی بھی کتاب حدیث میں؟

ہوا ہونے کے باعث شاذ ہی اختیار کیا جاتا تھا آنحضرتؐ نے ہجرت کے وقت دشمن کے تعاقب کے خیال سے مصلحتاً یہی راستہ اختیار فرمایا تھا۔ کسی فوج کے لئے لاوے سے اٹے ہوئے میدانوں میں سے گزرنا آدمی اور جانوروں کے لئے سخت تکلیف دہ ہے اور دو پہر کو ان پتھروں کے گرم ہو جانے کے باعث وہاں پڑاؤ ڈالنا بھی کم پسند کیا جاسکتا ہے۔ مدینے کے مشرق اور مغرب دونوں طرف شمالاً جنوباً لاوے کے یہ میدان پھیلے ہوئے ہیں۔ ان کو ”لابہ“ ”حرہ“ کہا جاتا ہے۔ ان حرّوں میں آبادی کے مکان تو تھے۔ غالباً جن کی مصلحت سے۔ لیکن باغ نہیں۔ اگر تکلیف گوارا کر کے ان حرّوں پر سے فوج گزر بھی جائے تو ایسے میدانوں میں لڑاؤ بھی آسان نہیں۔

مزید برآں مدینے کو آنے کا جنوبی راستہ جو آج کل باب العنبر یہ سے داخل ہوتا ہے۔ ابھی تین سو سال پہلے تعمیر ہوا۔ ورنہ قدیم زمانے میں کاروانوں کا راستہ یہ تھا کہ ذوالحلیفہ سے گزرتے ہی جبل غیر کے مغرب سے وادی العقیق کے اندر سیدھے شمال میں زغابہ کے سنگم (جمع الاسیال) تک جائیں اور وہاں سے مدینے کو جانے کے لئے جنوبی طرف مڑیں۔ وادیوں کے یہ راستے نرم ریت پر مشتمل ہونے کے باعث اونٹوں کو بھی پسند تھے۔ غرض یہ جغرافیہ دشواریاں تھیں جن کے باعث قریش کی تھکی ہوئی فوج اور بارہ دن کے کوچ سے نیم مردہ جانوروں نے بھی مدینے سے دور زغابہ میں جا کر ٹھہرا پسند کیا۔ یہاں پانی افراط سے تھا۔ چارہ بھی ملتا تھا اور

چونکہ کامیابان کا یقین تھا۔ اس لئے واپسی کے راستے کی بھی نگر نہ تھی۔  
 جیسا کہ بیان ہوا اُحد پہاڑ مدینے کے شمال میں شرقا غرباً کم و بیش  
 بہ خط مستقیم پھیلا ہوا ہے تقریباً وسط میں اس میں ایک جگہ خماداً آتا ہے  
 اور نیم دائرے یا گھوڑے کی نعل کی شکل کا ایک کافی وسیع میدان بن  
 گیا ہے اس کے عقبی یعنی شمالی حصے میں ایک بہت ہی تنگ درے  
 سے گزرنے پر اندر مزید کھلے یا محفوظ میدان مل جاتے ہیں۔ اُحد کے  
 جنوبی دامن میں وادی قناتہ گزرتی ہے۔ وادی قناتہ کے جنوب میں جبل  
 عینین واقع ہے جسے اب جنگ اُحد میں تیر اندازوں کے قلعین کے  
 باعث جبل الرماۃ کہا جاتا ہے۔ وادی قناتہ کے شمال میں جبل اُحد کے  
 دامن میں جو کھلا میدان ہے اس میں پانی کے دو چشمے اب بھی موجود ہیں  
 اور کوئی تعجب نہیں جو انہیں چشموں کے باعث جبل الرماۃ کو جبل عینین  
 (دو چشموں والا پہاڑ) کہا جاتا رہا ہو۔

جب قریشی فوج مدینے کے قریب ذوالحلیفہ پہنچی تو مسلمانوں کے  
 جاسوس ان میں شامل ہو گئے اور جب یہ فوج جبل اُحد کے مغرب  
 میں زغابہ میں مقیم ہو گئی تو مدینہ آ کر پٹ دی۔ آنحضرت نے بھی (جو ابتداء  
 شہر کے اندر ہی رہ کر مدافعت کرنا چاہتے تھے۔ لیکن بعد میں فوج کے  
 نوجوان انیسویں کے اصرار پر باہر نکل کر مقابلے کو منظور فرماتے ہیں۔

لے مغازی الواقدی ورق (۹۷ ب) ۱۷ ابن ہشام ص ۵۵۸

اپنی فوج کو اُحد کی طرف چلنے کا حکم دیا۔ آبادی کے باہر جمع ہونے پر شیخین کی گڑھیوں کے پاس استعراض (ریلو) ہوا اور رضا کاروں کا تنقیدی نظر سے معائنہ فرمایا۔ کم عمر بچے واپس کر دیئے گئے لے البتہ عورتوں کی کافی تعداد ساتھ رکھی گئی جو لڑائی کے وقت زخمیوں اور دیگر سپاہیوں کی خدمت کرتی رہیں ان میں ام المؤمنین بی بی عائشہ بھی تھیں۔ جن کا مشکلیں بھر بھر کر پانی لانا اور زخمیوں کو پلانا صحیح بخاری میں تفصیل سے بیان ہوا ہے۔ اس فوج میں کل سات سو آدمی تھے۔ جن میں سے صرف ایک سو کے پاس زہریں تھیں۔ باقی مختلف قسم کے ہتھیاروں میں سے ایک یا چند لئے ہوئے تھے۔ پہلے دن اسی جگہ قیام رہا جہاں رضا کاروں کو جمع ہونے کا حکم دیا گیا تھا اور جہاں فوج کا معائنہ ہوا تھا۔ اس جگہ شیخین نامی دو مشہور آطام چھوٹے تلے بھی تھے۔ رات کو پچاس سپاہی حفاظت کے لئے اسلامی پڑاؤ کے اطراف گشت کرتے رہے تاکہ شب خون کا اندیشہ نہ رہے۔ دوسرے دن آگے بڑھ کر جبل اُحد کے مذکورہ خھاؤ کے اندر پڑاؤ ڈالا گیا جس سے بہتر اور محفوظ مقام نہیں مل سکتا تھا۔ آنحضرتؐ نے فوراً مورچوں پر قبضہ کیا اور جبل عینین (جبل الرماۃ) پر پچاس تیر انداز متعین کئے کہ اگر دشمن وادی قناتہ کی راہ مسلمانوں پر حملہ کرنے کوئی ٹکڑی

۱۔ سینرو شامی بر موقع ۲۔ ایضاً ۳۔ (نزل بالشیخین و بہا طمان ۴۔ ایضاً) ۵۔ استعمل علی الحرس تلک الیلہ محمد بن مسلمہ فی حمین رجل یطوفون بالعسكر ۶۔ ایضاً۔

بھیجے تو اُسے روکیں لے جاتی پھر ساڑھے چھ سو سپاہیوں سے آنحضرت نے قریش کی تین ہزار جمعیت کے مقابلے کا انتظام اپنے ہاتھ میں رکھا۔ متعدد موڑ غوں نے لکھا ہے کہ لڑائی کے دن آپ نے دوہری زرہ زیب تن فرمائی تھی اور بعض بیانون سے معلوم ہوتا ہے کہ لڑائی کے دن آپ نے کعب بن مالک سے زرہ بدلی بھی فرمائی تھی۔ غالباً اس لئے کہ دشمن پہچان نہ سکے۔

www.KitaboSunnat.com

جبل عینین اور جبل احد کے درمیان آج کل جو فاصلہ ہے وہ اتنا وسیع ہے کہ پچاس تیر اندازوں کا سواروں کے ایک رسالے کو روکنا ناممکن معلوم ہوتا ہے قریش کے پاس دو سو گھوڑوں کا ہونا بیان کیا جاتا ہے جو خالد بن عبد الولید اور عکرمہ بن ابی جہل کی گمان میں تھے۔ دوسرے الفاظ میں وادی قناتہ سے گھسنے کی کوشش کرنے والا خالد بن عبد الولید کا رسالہ کم سے کم ست سو سواروں پر مشتمل تھا، اور موجودہ چوڑائی اتنی ہے کہ یہ رسالہ مسلم تیر اندازوں کی زد سے پرے حفاظت سے گزر سکتا ہے۔ اس دشواری کا حل سوائے قیاسات کے ممکن نہیں۔ گمان یہ ہوتا ہے کہ احد اور وادی قناتہ کے مابین اس وقت جبہ ہلکے سے ڈھلوان کا میدان ہے۔ وہ سڑے میں اتنا ہموار نہ تھا جتنا اب ہے۔ مؤرخین کے بیان کے مطابق وادی قناتہ میں بار بار شدید طغیا نیاں آتی رہی ہیں چنانچہ

۱ ابن ہشام ص ۵۶۰ ۲ ابن ہشام ص ۵۶۰ ۳ کتانی ۱/۲۵۵ نیز استیعاب ص ۹۲  
۴ ابن ہشام ص ۵۶۱

حضرت حمزہ کو اسی بنا پر ابتدائی مدفن سے نکال کر موجودہ قبر میں دفن کرنا پڑا تھا۔ ان طفانیوں نے اس ڈھلوان کو، جو اُحد کی طرف سے اُترتا ہوا قناتہ کی طرف آتا ہے ہموار کر دیا ہے۔ دوسرے جبل الرماۃ پر حالیہ زمانوں میں جو مکان تعمیر ہوئے ہیں، نیز حضرت حمزہؓ کے مقبرے اور عظیم الشان مسجد کو بنانے اور ان کئی درجن مکانوں کو تعمیر کرنے میں جو وادی قناتہ کے کنارے مقبرہ حضرت حمزہؓ کے مشرق میں ہیں اُحد کے دامن سے پتھر حاصل کئے گئے اور اس سنگ تراشی یا سنگ براری نے بھی اُحد وعینین کے درمیان ڈھلوان کو مسطح کر دیا، ورنہ قدیم زمانے میں اُحد کے دامن میں جبل عینین کے تیر اندازوں کی زد سے بچ کر سوار نہیں گزر سکتے ہوں گے۔ ایک یہ بھی امکان ہے کہ وادی قناتہ کے باعث نیز دو چشموں کی موجودگی کی بنا پر اُحد اور قناتہ کے مابین باغ، مکانات وغیرہ ہوں جو اب باقی نہیں رہے اور یہ رسالے کو روکتے ہوں گے اور وہ صرف وادی قناتہ میں سے گزر سکتا ہوگا۔ اگر رسالہ صرف وادی قناتہ میں سے گزرنا چاہے تو تیر انداز اُسے اچھی طرح زد میں لے سکتے ہیں اس دشواری کا ایک خاصا بڑا حل اس تفصیل میں مل جاتا ہے کہ تیر اندازوں کی ہمساری کے لئے چند سوار بھی متعین تھے۔ جیسا کہ ابھی شیخے ذکر آئے گا باغوں کا بھی ہمیں ذکر ملتا ہے۔ ابو وجانہ کا دامن اُحد میں رسول کریمؐ سے ایک خصوصی تلوار اپنی بہادری کے اظہار کیلئے حاصل کرنا مشہور واقعہ ہے۔ اس موقع پر ان کا کہا ہوا ایک شعر جو

طبری (ص ۱۴۲۶) اور ابن ہشام (ص ۵۶۳) میں محفوظ ہے۔ کوئی تعجب نہیں جو اصلی ہوئے

انا الذی عاہدنی خلیلی  
ونحن بالسفح لادی النخیل

ترجمہ :- میں وہ ہوں جس سے میرے دوست نے معاہدہ لیا جب کہ ہم نخلستان کے پاس پہاڑ کے دامن میں تھے۔ جنگ اُحد کے دن قریشی فوج زغابہ سے سیدھے اُحد کے جنوبی دامن میں پہنچ گئی ہوگی اور موجودہ مغربی مقبرہ شہداء پر مسلمانوں سے اس کی مٹ بھڑپ ہوئی ہوگی۔ خالد بن الولید کا رسالہ کہ ہر سے آیا؟ میرا قیاس ہے کہ وہ زغابہ کے شمال مشرق میں اُحد کے پیچھے سے گزرتا ہوا مشرقی طرف سے میدان اُحد کی طرف آیا، جہاں باوجود کئی بار بڑھنے کی کوشش کے تیروں کی بارش اسے پسپا ہونے پر مجبور کرتی رہی طبری (۱۳۹۴ و مابعد) سے یہ اہم واقعہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دشمن کے رسالوں کے مقابلے کے لئے آنحضرتؐ نے اپنے مختصر رسالے کے بھی دو حصے کئے تھے اور حضرت زبیرؓ کا رسالہ تیر اندازوں کے ساتھ ہم کاری کرتے ہوئے خالد کے رسالے کو پسپا کرنے میں کامیاب حصہ لیتا رہا۔

تاریخ میں جلتے ہیں کہ اہل مدینہ کی جانبازی کے باعث قریشی لشکر کے پاؤں اکھڑ گئے اور مسلمان سپاہی لوٹ کھسوٹ کرنے لگے اس

۱ ابن ہشام ص ۵۶۹

وقت تیر انداز بھی پہاڑ سے اتر گئے اور مال غنیمت جمع کرنے کے لئے چوطرف پھیل گئے حالانکہ آنحضرت نے انہیں ہر حال میں اپنی ہی جگہ جمع رہنے کی تاکید فرمائی تھی۔ حتیٰ کہ مسلمان فوج کو شکست بھی کیوں نہ ہو جائے۔ سات آٹھ تیر انداز جو وہاں رہ گئے۔ خالد بن الولید کے رسالے کے تئیں دھاوے کو روکنے کے ناقابل تھے۔ جب ان سواروں نے مسلمانوں پر اچانک پیچھے سے حملہ کیا اور وہ پلٹے تو لپٹا ہونے والا قریشی لشکر بھی تھما اور دوبارہ حملہ کیا۔ اب مسلمان دو طرف سے گھر گئے اور آنحضرت کی شہادت کی افواہ پھیلی تو ان کے اوسان اور بھی خطا ہوئے اور آخر انہیں شکست ہو گئی اور اکثر مدینے کی طرف بھاگنے لگے ۳ قریش سمجھے کہ ان کا کام ختم ہو گیا اور وہ اپنے اونٹوں پر سوار ہو کر روانہ ہو گئے تھے آنحضرت زخمی ہو گئے تھے آپ کے دندان مبارک کو بھی دشمن کی سنگ اندازی سے صدمہ پہنچا تھا ۴ اور دشمن کے کھود کر چھپائے ہوئے ایک گڑھے میں بھی اتفاقاً آپ گر پڑے تھے ۵ مگر دشمن مسلمانوں

۱ ایضاً ۵۷۰ ۲ ابن ہشام ۵۷۰ ۳ موقع یا کر ایک منافق نے ایک مسلمان کو عمداً قتل کر ڈالا تو پتہ چلنے پر بعد میں آنحضرت نے قصاص کا حکم فرمایا (دیکھئے کتاب المجہد ابن حبیب ۶۷۶) ۴ ابن ہشام ص ۵۷۶ لیکن ایک اور صحابی کو بھی بعض دیگر رفیقوں نے دشمن سمجھ کر قتل کر ڈالا تو مقتول کے بیٹے حذیفہ بن الیمان نے خون بہا معاف کر دیا (ابن ہشام ص ۶۷۶) حذیفہ کے والد "یمان" (یعنی یمن والے) کانام حیل بن جابر تھا ۵ ابن ہشام ص ۵۵۵ ۶ نابعد ۷ ابن ہشام ص ۵۷۶ ایضاً ص ۵۷۲

سے میدان کو خالی پا کر اپنے پڑاؤ کی طرف روانہ ہونے لگا تو بچے کچھے مسلمان سپاہی پھر جمع ہونے لگے اور آنحضرتؐ بھی اپنے گڑھے سے نکلے اور اُحد پہاڑ کے مشرقی حصے پر اپنے ساتھیوں کی مدد سے چڑھے اور وہاں کے محفوظ غار میں جا کر آرام کیا جس میں ایک آدمی آرام سے لیٹ سکتا اور متعدد لوگ اس کے بازو بیٹھے سکتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سلامتی کی خبر پھیلی تو مسلمان سپاہی بھی اس غار کی طرف چڑھنے لگے۔ اس اجتماع کو دیکھ کر دشمن کے چند سپاہی متوجہ ہوئے مگر مسلمان بلند ی پر تھے۔ ان کی سنگ اندازی کا مقابلہ ایک چھوٹی ٹکڑی نہیں کر سکتی تھی، اور اپنے ساتھیوں کو جاتا دیکھ کر انہوں نے اس آخری مورچے کو نہ یادہ اہمیت بھی نہیں دی اور خود بھی روانہ ہو گئے۔ آنحضرت کو خوف ہوا کہ کہیں یہ شہر مدینہ میں گھس کر وہاں لوٹ مار اور آتش زنی نہ کریں۔ مگر جب یہ خبر ملی کہ گھوڑوں کو کوتل بنا کر دشمن اونٹوں پر سوار جا رہا ہے تو یہ نتیجہ نکالا گیا کہ وہ لمبے کوچ کا ارادہ رکھتا ہے، مدینہ پر دھاوے کا نہیں ہے۔ آنحضرت پھر بھی مطمئن نہیں ہوئے اور اس خیال سے کہ دشمن اپنی غلطی پر نادم ہو کر پھر راستے سے واپس نہ پلٹے۔ آپ قریش کے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے اور آٹھ دن میل تک جا کر کافی عرصے راستے پر قیام کیا، اور جب اطمینان ہو گیا تو مدینہ واپس آئے گئے۔

۱۰ ایضاً ص ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹ ابن ہشام ص ۵۶، ۵۷ ابن ہشام ص ۵۸۳ ۱۱ ایضاً

# خندق

اُحد کی لڑائی میں قریش جیت تو گئے، لیکن مدینے میں اپنا فوجی دستہ چھوڑ جانے اور اپنے شامی کاروانوں کے راستے کی مستقل حفاظت کا اطمینان کرنے پر انہوں نے کوئی توجہ نہ کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ قریش اور ان کے حلیف ہمراہیوں کے مدینے سے دور نکلتے ہی مسلمان اپنے گھروں میں آ گئے، اور جلد ہی انہوں نے اپنا کھویا ہوا وقار نہ صرف حاصل کر لیا، بلکہ اپنے اثرات مشرق میں نجد تک<sup>۱</sup> اور شمال میں کاروانوں کے جنکشن دومۃ الجندل کے قریب تک پھیلا دیئے اور قریش کا نہ صرف شام و مصر بلکہ عراق<sup>۲</sup> کا راستہ بھی مؤثر طور سے بند کر دیا اور خود شہر مدینہ میں بھی وہاں کے یہودیوں کی روز افزوں جلا وطنی اور فاسلم عرب قبائل کے توطن سے ان کی حالت مستحکم تر ہو گئی ردیکھے میرا خصوصی مقابلہ بعنوان "ہجرت" رسالہ سیاست حیدر آباد دکن جولائی ۱۹۴۴ء یہودیوں کی جلا وطنی تازہ مشکلات کا باعث بنی۔ یہ لوگ مدینے کے شمالی علاقوں میں جا کر بسنے لگے، جیسے خیبر وادی القرار اور دیگر یہودی

۱۔ بیر معونہ وذات الرقاع وغیرہ نجد ہی میں ہیں ۲۔ ابن ہشام ص ۱۹۱ تا ۹۲ ۳۔ ابن ہشام ص ۵۴۷ طبری ص ۱۳۷۴۔

نوا بادیوں جو شامی راستے پر فلسطین تک پھیلی ہوئی تھیں۔ غالباً دومۃ الجندل میں بھی ان کے خاصے اثرات تھے۔ کیوں کہ مدینے آنے والے غلے وغیرہ کے کاروانوں کو اب دومۃ الجندل میں بھی چھیڑا جانے لگا۔ ان یہودیوں نے اپنے معاشی اثرات سے ایک طرف تو عطفان وغیرہ قبائل کو مدینے پر دھاوا بولنے کے لئے فراہم کر دیا اور دوسری طرف قریش کو بھی ان تیاریوں سے آگاہ کر کے مدینے پر حملہ کرنے کے لئے آمادہ کر دیا اور یہ سب تیاریاں پوری مستعدی سے کوئی دو سال تک ہوتی رہیں اور شوال ۶۲ھ میں مدینے کی خندق کا محاصرہ کر لیا گیا۔

دومۃ الجندل میں مدینے آنے والے کاروانوں کو ستایا بلکہ روکا جانے لگا تو آنحضرتؐ نے خود ادھر روانہ ہوئے۔ تاکہ اس کانٹے کو راستے سے صاف کیا جائے بظاہر دوران مہم میں آپؐ کو اس مخالفانہ سازش اور جھٹکا بندی کا پتہ چل گیا اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اب بہت جلد وار کیا جانے والا ہے۔ اسی لئے خلاف معمول آپؐ آدھے راستے سے مدینے واپس آگئے اور شہر کی مدافعت کا انتظام کرنے لگے۔

اسلامی مؤرخ عام طور سے لکھتے ہیں کہ مدافعت کے مشورے میں حضرت سلمان فارسیؓ نے رائے دی کہ شہر کے اطراف ایک خندق کھودی

۱۔ التنبیہ والاشراف للسعودی ص ۲۴۸ ۲۔ ابن ہشام ص ۶۸۱ ۳۔ البدایہ

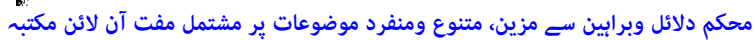
لابن کثیر ج ۲ ص ۶ ۴۔ ایضاً ۵۔ طبری ۶۵

جلئے جیسا کہ ایران میں رواج ہے۔ مکتوبات نبوی میں سے ایک میں جو مغازی الواقدی اور مقرئری کی ”التخاصم بین بنی ہاشم و بنی امیہ“ میں ملتا ہے۔ البوسفیان نے طعنہ زنی کی کہ مقلبے کی جگہ قلعوں میں گھس بیٹھے ہو اور حیرت ظاہر کی کہ یہ نیا داؤں کس سے سیکھا۔ اس کے جواب میں آنحضرتؐ نے لکھا کہ خدا نے آپ کو یہ چیز الہام کی۔

بہر حال جو بھی ہو۔ یہ امر واقعہ ہے کہ شہرہ میں یورش کا مقابلہ آنحضرتؐ نے ترقی یافتہ اصول جنگ سے کیا۔ کم و بیش یہی رائے آپ کی جنگ اُحد میں تھی کہ شہرہ میں محصور رہ کر مدافعت کریں۔ مگر نوجوان سپاہیوں اور افسروں کے اصرار پر آپ نے شہر سے باہر نکل کر مقابلہ کیا تھا اور سنٹر مسلمانوں کی کثیر تعداد کا نقصان برداشت کرنا پڑا تھا۔ واقعی کا بیان ہے کہ دومتہ الجندل کی ہم سے واپس آنے اور خندق کی تجویز خفیہ ہونے کے بعد آنحضرتؐ چند انصار و مہاجرین کے ساتھ گھوڑے پر سوار ہو کر نکلے اور شہر کے اطراف ان مقامات کا معائنہ فرمایا جو جنگ اور محاصرے میں اہمیت رکھ سکتے تھے اور اس مقام کی تلاش کی جہاں پڑاؤ ڈال کر مسلمان سپاہی اتر سکیں اور یہ طے ہوا کہ حسب معمول غوزتیں، بچے، جالور، غلہ اور قیمتی اثاث البیت ان گڑھیوں میں منتقل کر دیئے جائیں جو مدینے کے اطراف میں سنیکڑوں کی تعداد میں تھیں۔

۱۔ حوالے دتین میری ”الوثائق الیاسیہ“ میں۔

۲۔ ابن ہشام ص ۵۵۸ وغیرہ ۳۔ مغازی الواقدی ورق (۲-۱) (ب)



اور جن کو آطام اور آجام کہا جاتا تھا، اور مسلمان سپاہی جبل سلع کے دامن میں خیمے لگا دیں اور اپنے سامنے ایک لمبی اور گہری خندق کھود دیں۔  
شہر کے اطراف خاص کر جنوب میں باغوں کا جال بچھا ہوا تھا۔ اور ان کے درمیان جوتنگ راستے تھے ان میں سے گزرنے کی کوشش دشمن کو صف کی جگہ قطار بنانے پر مجبور کرتی تھی اور ان راستوں میں چھوٹی چھوٹی چوکیاں بھی بڑی سے بڑی فوج کو روک دینے کے لئے کافی تھیں مشرق میں بنو قریظہ وغیرہ یہودیوں کے سینکڑوں مکان اور باغ تھے اور فی الوقت ان سے بہت اچھے تعلقات تھے اور ادھر سے بھی اطمینان سا تھا۔ شمال کا رخ ہی سب سے خطرناک تھا۔ ایک حد تک مغربی رخ بھی اس لئے آنحضرت کی ابتدائی تجویز کے مطابق شمال میں حرہ شرقی اور حرہ غربی کو ملاتی ہوئی ایک خندق کھدائی گئی جو نیم دائرہ بناتی ہوئی جبل سلع کے مغربی کنارے سے آملے پھر مختلف قبائل نے اپنے محلوں کی حفاظت کے لئے اپنے طور پر اسے جنوب میں عید گاہ میں (مسجد غمامہ یا مصلیٰ) کے مغرب سے گزارتے ہوئے کافی دور تک قبا کے رخ میں بڑھا دیا شہر مدینہ کی تاریخ میں مطری نے لکھا ہے کہ اب وادی لطیان راستہ بدل کر اس جگہ سے گزرنے لگی ہے۔ جہاں خندق کھودی گئی تھی۔ واقعہ کی کا بیان ہے کہ قبا میں بھی بعض قبائل

لے سہو دردی در بیان خندق لے مغازی الواقدی ورق ۱۰۳ اب ۳ کتاب  
التعلیف بالشت ابھجۃ من معالم دار البھجۃ بموقع کھے مغازی ورق (۱۰۳)

نے اپنے آطام کے اطراف خندق کھود دی۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ خندق کو عبور کرنے کے لئے بعض جگہ ”دروازے“ (نہ کھدی ہوئی کم چوڑی زمین کی صورت میں؛ بھی رکھے گئے تھے لیکن وہ کس جگہ تھے۔ واقعی کو بھی معلوم نہ ہو سکا ہے قیاس چاہتا ہے کہ اس سے مراد وہ پہاڑیاں ہوں گی۔ جن کو خندق کے زنجیرے کی کڑیاں بنایا گیا تھا، اور یہ پہاڑیاں عبور و مرور کے لئے ممکن ہونے کے ساتھ ساتھ دیکھ بھال کی چوکیاں بھی تھیں۔ چنانچہ مسجد ذباب اس کا اب بھی بقایا ہے۔ جس پر ابتداءً آخرت کے لئے ایک ترکی ڈیرہ ٹھکانا گیا اور پھر جہاں اس کی یادگار میں دروازہ والی مسجد (ذباب) بنائی گئی جواب ”ذباب کہلانے لگی ہے۔

غرض جیسا کہ بیان ہوا شہر مدینہ بکثرت محلوں پر مشتمل تھا اور ان محلوں کے مابین کافی مسافت تھی اور یہ درمیانی زمین باغات اور نخلستانوں کی صورت میں تھی۔ جن کے اطراف اکثر صورتوں میں پتھر کی مستحکم اور خاصی بلند دیواریں تھیں جن کی وجہ سے خود باغوں کو حائل کہا جانے لگا۔ ایسے باغ اب تک مدینہ منورہ میں باقی ہیں۔ اور ان میں بچتہ اور وسیع کنویں اب بھی اس قابل ہیں۔ کہ ان میں درجنوں لوگ اتر کر چھپ جائیں اور ان

لے ایضاً ذکر ان الخندق لالبواب فلست زری این موضعہا بلہ سمہودی تحت کلمہ (ذباب، طبری ص ۴۸) سے مثلاً بیرومہ اور باغ قوم بری قریب قبا

پختہ دالالوں اور مجبوروں سے جو کنوؤں کے اندرونی حصے میں بنائے گئے ہیں، گڑھیوں بلکہ چھوٹے قلعوں کا کام لیں (یہ کنوئیں حالت اس میں قیدیوں کے لئے مجلس کا کام بھی دیتے تھے جیسا کہ کتابی نے بحوالہ عینی لکھا ہے کہ کانت السجون آبار) اور مختلف محلوں کے یہ باغ اور گھر باہم کچھ اس طرح متصل ہو گئے تھے کہ متعدد جگہ دواؤنٹ گزرنے کے قابل عریض گلیوں کے سوا کوئی اور گزرگاہ بھی نہیں تھی۔ یہ حالت خاص کر قبا کے یعنی جنوبی رُخ میں اب تک نظر آتی ہے عہد نبوی میں جب کہ یہ باغ بہت زرخیز حالت میں تھے ان کی حالت جو کچھ ہو گئی اس کا اندازہ اس اقتباس سے ہوتا ہے جو سمہودی نے ابن اسحاق سے نقل کیا ہے۔

عن ابن اسحاق کان احد جانبی المدینة عودلا وسانرجوا بنھا مشکلة بالبنیان والنخيل لا تمکن العد ومنتھا	ابن اسحاق سے روایت ہے کہ شہر مدینہ کا ایک رُخ کھلا ہوا تھا اور اس کے باقی رُخ عمارتوں اور کھجور کے گھنے باغوں سے گھرے ہوئے تھے جن میں سے دشمن گزر نہیں سکتا تھا۔
---	--

(وفاء الوفاء تحت کلمہ در خندق)

ۛ ۛ ۛ ۛ ۛ ۛ ۛ ۛ

اسی ایک کھلے رُخ یعنی شمال کی جانب خندق کھودی جانی طے

لے المراتب الا داریج اص ۲۹۸

ہوئی چنانچہ اولاً اس علاقے کی پیمائش کی گئی۔ پھر کام رضا کاروں کو بانٹا گیا اور تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ رضا کارانہ خدمت کی دعوت پر جب تین ہزار مسلمانوں نے لبیک کہی تو ہر دس دس آدمیوں کی ٹکڑی پر چالیس ”ذراع“ (جو شاید بیس گز کے مترادف ہے) لمبی خندق کھودنے کا کام سپرد ہوا۔ دوسرے الفاظ میں یہ خندق تقریباً ساڑھے تین میل طویل تھی۔ گہری اور چوڑی کتنی تھی۔ اس کا کوئی پتہ مجھے اب تک کسی کتاب میں نہیں ملا۔ لیکن اس کے کئی مرتبہ تذکرے ملتے ہیں کہ دشمن کے سوار خندق کڈا کر آنے کی کوشش میں ناکام رہے اور ایسی ہی ایک کوشش میں ایک سوار خندق کے اندر گر کر مر گیا۔ اس طرح کوئی تعجب نہیں جو دس گز چوڑی اور اتنی ہی گہری خندق کھودی گئی ہو۔

خندق کی کھدائی کے زمانے میں آنحضرتؐ اپنا مکان چھوڑ کر خندق سے متصل ایک پہاڑی پر خیمہ لگا کر مقیم ہو گئے، جس کی یاد گار آج تک مسجد ذباب (اصل میں ”ذوباب“ یعنی دروازے والی مسجد) موجود ہے۔ سپہ سالار اعظمؓ کی یہ مستعدی ظاہر ہے کہ رائیگاں نہیں جاسکتی تھی۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ رسول کریمؐ نے دس آدمیوں کی ایک ٹکڑی میں خود بھی شرکت فرمائی۔ (اسی ٹکڑی میں سلمان فارسیؓ بھی تھے) اور کھدائی میں برابر

۱۔ کتابی ۱۔ ص ۲۹ طبری ص ۱۶۶ وغیرہ ۲۔ طبری ص ۱۶۶ مسند ابن فضال ۳۱ ص ۲۶۱  
عام لوگ دن بھر تو خندق کی کھدائی کرتے مگر رات اہل وعیال میں گزارتے (ابن شہام ص ۶۴)

کا حصہ لیتے رہے۔

سلمان فارسیؓ ایک قوی سیکل آدمی تھے اور کئی آدمیوں کے مجموعی کام کے برابر خود کرتے تھے (چنانچہ بقول واقدی جبکہ وہ خمس ذرع طولاً و خمس فی الارض) اس لئے ہڑکڑی کے لوگ چاہتے تھے کہ سلمان انہیں کے ساتھ ہوں۔ اس پر بروایت ابن ہشام وغیرہ رسول کریمؐ نے فرمایا ”سلمان منا اہل البیت“ (یعنی ہمیں سلمانؓ تو ہمارے اہل بیت کے ساتھ ہوں گے) اس جملے سے شاید یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ رسول کریمؐ کی ٹکڑی میں زیادہ تر اہل بیت نبویؐ کے افراد مثلاً حضرت علیؓ وغیرہ ہوں گے۔ بعض بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی آنحضرتؐ کے ساتھ ہی رہتے تھے۔ چنانچہ واقدیؒ اور شامیؒ نے ایک روایت نقل کی ہے کہ کثرت کار اور شب بیداری سے تھک کر ایک دن آنحضرتؐ خندق کی کھدائی کے وقت آرام لینے لیٹ گئے تو:-

راوی کہتے ہیں: میں نے ابو بکرؓ اور عمرؓ کو دیکھا کہ وہ آنحضرتؐ کے سر پر کھڑے تھے اور لوگوں کو ہٹا رہے

”وایت ابابکر وعمر واقفین علیٰ راسہ (صلعم) ینحیان الناس ان یسروا

۱۔ طبری ۱۴۶۵، ۱۴۶۶ ۲۔ مغازی درق ۱۰۳-ب ۳۔ مگرطبری ص ۱۴۶۶ سے معلوم ہوتا ہے کہ انصار وغیرہ لوگوں ہی پر یہ جماعت مشتمل تھی کہ مغازی الواقدی درق (۱۰۳-ب ۵ سیرۃ شامی برموق ۱۷ برموق -

بہ فینبہم

تھے، ایسا نہ ہو کہ وہ آپ کے پاس  
سے گزر کر آپ کو بیدار کر دیں۔

..... اسی روایت میں ایک دلچسپ جملہ یہ بھی ہے :-

وكان ابو بكر وعمرو  
اور ابو بکر و عمروؓ

یتضرتان فی عمل ولا مسیر  
یا کہیں آنے جانے میں ایک دوسرے  
سے جدا نہیں ہوتے تھے، جلدی میں  
یہ مٹی کو اپنے کپڑوں میں ڈھوتے  
تھے کیونکہ مسلمانوں کو جلدی میں ٹوکریا  
المسلمین ..... نہیں مل سکتی تھیں۔

ابن سنیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قلعہ راج (حرہ شرقی) سے جبل ذباب  
تک مہاجرین مامور تھے اور وہاں سے جبل بنی عبید اور فتح تک انصار۔  
بعض تاریخوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ مسلمانوں نے بنو قریظہ کے یہودیوں  
سے کھدائی کا سامان مستعار حاصل کیا تھا۔ اُس وقت تک بنو قریظہ کو اتنی  
ہمت نہ ہوئی تھی کہ اپنے دلی جذبات غداری کو ظاہر کریں کیونکہ دشمن ابھی  
آیا نہ تھا۔ اور اسلحہ کے معاہدے کے تحت وہ مدافعت مدینہ میں مسلمانوں  
کا ہاتھ بٹانے کے پابند تھے۔

۱ بر موق ۲ مغازی واقدی ورق ۱۰۲ اب

۳ دستور مدینہ ۴۴

یہ کھدائی بعض بیانوں کے مطابق کوئی تین ہفتے طے جاری رہی۔ جب سرکاری "خندق شمال میں مکمل ہونے لگی تو مختلف محلوں کے باشندے بھی دیکھا دیکھی اپنے طور پر اس سامان مدافعت سے استفادہ کرنے اور خندق کی اپنے محلے کے سامنے توسیع کرنے لگے اور اس طرح شہر کے مغرب میں بھی کوئی دو ڈھائی میل کی خندق کھد گئی۔ اس کے علاوہ بعض آٹام کے گرد خندق کھود لی گئی جیسا کہ اوپر ذکر ہوا۔

خندق کی کھدائی کے دوران میں رضا کار جو اشارے گاتے تھے ان میں سے بھی چند تاریخ نے محفوظ کئے ہیں۔

واقعہ نے ایک واقعہ نقل کیا ہے جو انسانی عناصر کے ہرزائے میں پلنے جانے پر دلالت کرنے کے باعث نقل کیا جاسکتا ہے وہ یہ کہ حضرت زید بن ثابتؓ جو اس وقت دس بارہ سال کے بچے ہوں گے خندق کھودنے میں ہاتھ بٹانے لگے اور دھوپ اور محنت سے تھک کر ایک دن جو ذرا کہیں لیٹے تو آنکھ لگ گئی حضرت عمارہ بن جرم بڑے ہنس مکھ اور چلبلی طبیعت کے تھے اُن کی جو نگاہ پڑی تو بچے سے بھی دل لگی نہ چھوڑی اور حضرت زید بن ثابتؓ کا کھدائی کا سامان اور کپڑے چپکے سے اٹھا کر کہیں چھپا دیئے۔ ظاہر ہے کہ کوئی بڑا تو بیدار ہونے پر سمجھ جائے کہ کسی دوست کی شرارت ہے لیکن کسی کم سن جو شیلے کا اس اپنی

کو تابی اور قصور پر گھرا جانا گزیر ہے۔ اسی لئے آنحضرتؐ نے ایک طرف حضرت زید کو البورقا دیکھ کر ملامت کی (یعنی بڑا سونے والا) اور دوسری طرف حضرت عمار کو تنبیہ کی کہ کن صورتوں میں مذاق نامناسب ہے خندق کی کھدائی ہرجا کیسا رفتار سے نہ رہی ہوگی۔ شمال میں پوڑ کی زمین آسانی سے کھد گئی ہوئی۔ حرہ میں دشواری ہوئی ہوگی۔ چنانچہ سنگ مرمر کی ایک چٹان سے رضا کار عاجز ہو کر یہ اجازت لینے آئے کہ میاں لشی جگہ سے خندق کو ذرا ہٹا دیں۔ آنحضرتؐ کا اس چٹان کو خود آکر توڑنا مشہور واقعہ ہے ایک اور واقعہ ابن ہشام ص ۶۷ میں مذکور ہے۔

کھدائی مکمل ہونے لگی تھی کہ شمال میں دشمن بھی آپہنچا۔ آنحضرتؐ نے فوراً عورتوں بچوں وغیرہ کو حسب معمول گڑھیوں میں بچھ دیا اور خود پوری فوج کے ساتھ جبل سلع پر پڑاؤ لگا کر مقیم ہو گئے اور آپ کا جیمہ بھی اب جبل ذباب سے جبل سلع کے ایک اہم مگر محفوظ مقام پر منتقل کر دیا گیا آپ کی خیمہ گاہ پر اب مسجد فتح بطور یادگار پائی جاتی ہے اور اسی کے قریب آپ کے سپہ سالاروں کے جیمے تھے۔ وہاں بھی مسجدیں تعمیر کی گئی ہیں جو حضرت سلمان، حضرت ابو بکر، حضرت عثمان اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہم کی طرف منسوب ہیں اور یہ سب مساجد خمسہ کے نام سے مشہور ہیں

۱۔ طبری ص ۶۷، ابن ہشام ص ۶۷، طبری ص ۱۴۷ (لکھا ہے کہ بنی عائشہ طم بنی حارثہ میں رہیں و طبری ص ۱۴۷) ۳۔ مہودی وغیرہ۔

اور اب تک پائی جاتی ہیں۔

دشمن جیسا کہ معلوم ہے متعدد حلیف قبائل پر مشتمل تھا اور ان کے متحد کرنے اور چڑھائی پر آمادہ کرنے میں مدینے سے نکالے ہوئے یہود بنو النضیر نے بڑا حصہ لیا تھا۔ قریش نے احد کی فتح سے ہمت پا کر اور دیگر قبائل نے مال غنیمت کے لالچ میں مدینے کا محاصرہ کرنے کی ٹھانی۔ بنو النضیر نے جو اپنے پورے مال و دولت کے ساتھ خیبر اور دیگر مزید شمالی علاقوں میں جا بسے تھے، اپنے ہمسایہ عرب قبائل کو جن میں غطفان بہت اہمیت رکھتے ہیں، اپنے سرمایہ دارانہ اثرات سے متاثر ہو کر مسلمانوں کے خلاف ابھارا تھا۔ غرض یہودی کارندوں نے وہ تمام انتظامات طے کر دیئے جو مدینے کے شمال اور جنوب دونوں طرف سے آنے والے حلیفوں کے لئے وقت اور مقام وغیرہ کے سلسلے میں ضروری تھے۔ چنانچہ بقول واقدی (مغازی ورق ۱۰۱ تا ۱۰۲) خیبر کا ایک سال کا پودا کھجور غطفان کو دیا گیا تھا۔ غرض قریش اور کنانہ اور احابیش کے قبائل وادی عقیق کے قریب بڑے رومہ پر مقرر ہوئے اور غطفان اور بنو اسد اس سے کسی قدر مشرق میں وادی النعان کے پاس ذنب نقمی نامی مقام سے جبل احد تک پھیل گئے ان مقاموں پر پانی اور گھاس کی کافی سہولتیں ہیں۔ گویا بیان کیا جاتا ہے کہ فصیل کٹ کر کافی عرصہ ہو چکا تھا (مغازی الواقدی ورق ۱۰۲)۔

۱۔ طبری ابن ہشام وغیرہ ۲۔ ایضاً

مسلمان جبلِ سلج پر اور اس کے دامن میں مقیم تھے اور خندق کی باری باری سے ان کی ٹکڑیاں نگہبانی کرتیں اور پہرہ دیتیں اور جب کبھی دشمن خندق کے کسی میدان پر زرعہ کرتا تو مسلمانوں کی فوج تیروں سے اس کا استقبال کرتی۔ دشمن کے سوار بھی خندق کی دوسری طرف منڈلایا کرتے اور غفلت کی تلاش میں رہتے۔ ایک آدھ مرتبہ دشمن کے بعض سردار اپنے عمدہ گھوڑوں کو خندق کدانے میں کامیاب ہو گئے لیکن یہ ظاہر ہے کہ اکاد کا آدمی محصور مقام میں گھس آئے اور اسے مدد دینے والے نہ آسکیں، تو اس جسارت پر خود اسی کو بھگتانا بھگتنا پڑتا ہے اور خندق کے معرکے میں بھی یہی ہوا۔ بعض لوگ خندق کدانے کی کوشش میں کھائی میں گر پڑے اور جان سے ہاتھ دھونے پڑے۔ ایک مرتبہ رات کے وقت مسلمانوں کی دو ٹکڑیوں کی مڈ بھڑ ہوئی اور ایک دوسرے کو نہ پہچان کر ہتھیار چلا ڈالے جس سے کچھ خون بہا اور چند زخمی ہوئے پھر اپنے معمولی شعار کے نعرے لگانے سے متنبہ ہوئے۔ رسول کریم کو اطلاع ہوئی۔ آپ نے مرنے والوں کو شہید قرار دیا اور خبر دھوکوں کی جراحت فی سبیل اللہ، لیکن خون اور زخم پر

۱۷ مغازی الواقدی ورق (۱۰۵)، والمسلمون علی خندق تھم تینا  
ولونہم بضعۃ وثلاثون فرسا الفرسان یطوفون الخندق مافین

طریبہ ۲ طبری ص ۷۵ ۱۷۱ ۷۶

کوئی جرمانہ عائد نہ فرمایا گئے

محاصرے میں روز افزوں شدت ہوتی گئی تو مدینے کے مشرق میں رہنے والے بنو قریظہ (میسودیلوں کا رنگ بھی بدلنے لگا اور افواہوں کی توشیح کے لئے آنحضرت نے جاسوس بھیجے اور انہیں راز میں سمجھا دیا کہ معاملہ دگرگوں دیکھو تو سب سے کہہ کر پریشانی میں اضافہ نہ کرنا بلکہ پیشگی معینہ (اور بلا ہر اطمینان دہانی کے) الفاظ آنحضرت سے کہنا جس کا مطلب آپؐ تو سمجھ جائیں گے۔ مگر دوسرے سننے والے عوام بے خبر رہیں گے۔ بنو قریظہ کی غداری کی توشیح تو ہو گئی لیکن یہ نہ معلوم ہوا کہ وہ کب وار کرنے والے ہیں اور چونکہ ان کو مسلمانوں کے پیچھے سے گھس آنے یا شہر مدینہ کے لوٹ لینے میں کوئی رکاوٹ نہ تھی اس لئے حضرت ابو بکرؓ کا بیان ہے۔

ولقد كنت اداني على سلع فانظروا لي  
بيوت المدينة فاذا رايتهم  
هادين حمدت الله  
میں بار بار جبل سلع کی چوٹی پر چڑھ کر نظر دوڑاتا اور جب مدینے کے گھروں کو پر سکون پاتا تو خدا کا شکر کرتا۔  
اب صورت حال جتنی خطرناک ہو گئی تھی ظاہر ہے قرآن تک میں

۱۔ الذميمة البرانية برهان الدين المغناني (مخطوطہ کتبش جامع استانبول) باب فی المسلم قتل اصحاب  
فیما لاقوا اسکے برخلاف جنگ اُحد میں حارث بن سويد منافق نے المجذوب ذیادؓ کو عمد اُقتل  
کر دیا تھا اور شپہ چلنے پر جناب رسالتؐ نے قصاص کا حکم صادر فرمایا (کتاب المجزول ابن حبیب)  
۲۔ طبری شہنشاہ بن ہشلم ص ۶۸۳ وغیرہ ۳۔ مغازی الواقدي ورق (۱۰۵)

اس کا نقشہ پر در الفاظ میں کھینچا گیا ہے

اِذَا جَاءَ وَكَمْ مِنْ فَوْقِكُمْ  
وَمِنْ أَسْفَلَ مِنْكُمْ وَإِذَا زَاغَتْ  
الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ  
وَتَظُنُّونَ بِاللَّهِ الظُّنُونَا هَذَا لَكِ  
إِبْتِلَاءُ الْمُؤْمِنِينَ وَزُلْزَلُوا  
ذُلًّا شَدِيدًا

جب وہ تمہاری طرف آئے تو تمہارے  
اور پر سے اور تمہارے نیچے سے اور  
نظریں خیرہ ہو گئیں اور کلیجے منہ کو آنے  
لگے اور تم خدا سے متعلق عجیب بدگلیاں  
کرنے لگے اس موقع پر ایمان والوں  
کی آزمائش ہوئی اور ان میں ایک  
شدید زلزلہ مچ گیا۔

اس وقت فوری کاروائی کی ضرورت تھی۔ آنحضرتؐ نے خفیہ تا حد  
عطفانیوں اور نزاریوں کے سردار حارث بن عوف اور عینہ بن حصن کے  
پاس بھیجے اور ان سے معاہدہ کر لیا چاہا کہ وہ مدینے کے کھجوروں کی فصل کا معقول  
حصہ لے کر محاصرے سے دست بردار ہو جائیں۔ مگر شرطیں کڑی تھیں اور  
مسلمان ان پر آمادہ نہ ہوئے اور لکھی ہوئی دستاویز معاہدہ مٹا دی گئی۔  
اب واحد چارہ کار حلیفوں میں پھوٹ ڈالنا اور غلط فہمی پیدا کرنا  
تھا۔ کئی ہفتوں کے قیام کے باعث محاصرہ کنندوں کا آذوقہ ختم ہو چلا  
تھا۔ اور ان کے پاس آنے والی رسد بھی مسلمانوں نے لوٹ لی تھی اس

۱۷ ابن ہشام ص ۶۶، ۶۷ ج ۱ ص ۱۷ شامی کیطابق حمی بن الخطاب نے بس اذوقہ  
اور کھجور اور بھونسے سے لا کر بھیجے تھے جو مسلمانوں کی ایک طلبہ گرد لڑکی کے ہاتھ پڑ گئے۔

لئے وہ نبی قرظہ کو جلد حملہ کرنے پر مجبور کرنے لگے۔ مسلمان فوج تین ہزار سے زیادہ نہ تھی۔ قریش وغیرہ محاصرہ کرنے والے چھ سات ہزار تھے۔ بنو قرظہ میں ڈیڑھ ہزار سے زیادہ سپاہی تھے۔ خندق اتنی طویل تھی کہ مسلمان ادھر سے اپنی جمیعت کو گھٹانے اور بنو قرظہ سے مقابلہ کرنے کا خیال بھی نہ کر سکتے تھے۔

آنحضرت نے چند نو مسلم کارندے بنو قرظہ کے پاس بھیجے جن کا اسلام لانا ابھی مشہور نہ ہوا تھا۔ انہوں نے بنو قرظہ میں اپنے دوستوں سے کہا کہ قریش کا جیتنا سو فی صد تو یقینی نہیں۔ تم نے اگر محمدؐ سے خواہ مخواہ جھگڑا مول لیا اور قریش محاصرہ محاصرہ اٹھا کر چلتے بنے تو پھر تم تنہا محمدؐ سے کیا مقابلہ کرو گے؟ بہتر ہو کہ تم قریش سے چند یرغمال مانگو کہ وہ لڑائی کو انتہا تک جاری رکھیں گے یہ چیز جب ان کی سمجھ میں آگئی تو یہی کارندے قریش وغیرہ حلیفوں میں پہنچے اور مشہور کیا کہ بنو قرظہ اور آنحضرت میں ساز باز ہو گئی ہے اور وہ قریش کے سرداروں کو کسی بہانے اپنے پاس بلا کر آنحضرتؐ کے سپرد کر دینا چاہتے ہیں اس لئے میں بنو قرظہ کے سفیر پہنچے اور اپنے حملے سے پہلے چند یرغمال طلب کئے تو فوراً قریش کو یقین آگیا کہ ان کی آنحضرتؐ سے ساز باز کی خبر صحیح ہے (ابن ہشام وغیرہ، بر موقع)

ایک اور شخص کو آنحضرتؐ نے یہ یاد کر کے کاموقع دیا کہ بنو قرظہ

۱۔ اصابعہ میں واقع مسعود التمام ۲۰۷۷

کایر غمال مانگنا آنحضرتؐ ہی کے حکم سے ہے، اور جب اس نے وہ طلائی قریش کو دی تو پھر انہیں ذرا بھی شبہ نہیں رہا اور یہودیوں سے کشیدگی اور کبیدگی حد کو پہنچ گئی۔

اس اثنا میں شوال کا مہینہ ختم ہو چلا اور ذیقعدہ سر پڑا گیا جو اشہر حرم کا آغاز تھا۔ جس میں قریش مذہباً جنگ نہیں کر سکتے تھے لے فتح کے امکانات نہ رہے۔ اتنے میں موسم بھی خراب ہو گیا، بارش، طوفان، سردی وغیرہ سے محاصرہ کنندہ پریشان ہونے لگے اور آخر ہزار ہو کر البوسفیان نے پیشقدمی کی اور وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مکہ روانہ ہو گیا۔ اس پر دوسرے قبائل بھی بے بس ہو گئے اور یکے بعد دیگرے سب چلتے بنے لے اور مطلع صاف ہو گیا۔

## فتح مکہ

جیسا کہ ایک حدیث میں بیان ہوا ہے، محاصرہ خندق کے اختتام پر رسول کریمؐ نے محسوس فرمایا کہ اب قریش کی چڑھائیاں ختم ہو چکیں اور ان کی قوت بھی۔ چنانچہ اس کے بعد سے مسلمانوں کے اقدام کا موقع

لے میری رائے میں محاصرے کی برضا ستگی کی بڑی اور اصل وجہ یہی ہو گی وہ محض طوفان البوسفیان جیسے مستقل مزاج شخص کو اپنی دھن سے پلٹنے میں شاید کامیاب نہ ہوتا لے ابن ہشام ص ۶۸۳ تا ۸۴۴ طبری صفحہ ۱۴ ابن سعد ج ۲ ص ۵۰



نکل آیا اور قریش صرف مدافعت کرنے لگے۔ اس تبدیلی صورتِ حال کے متعدد وجوہ تھے اور صرف بدر اور خندق میں قریش کی ناکامی فیصلہ کن امر نہ تھی۔

اصل میں آنحضرت نے دشمن کو نابود کرنے کی جگہ مجبور کرنا پسند فرمایا۔ اس کے لئے دو تدبیریں تھیں، ایک تو قریش کو معاشی دباؤ سے بے بس کر دینا اور دوسرے اپنی فوجی قوت اتنی بڑھا لینا کہ دشمن مقابلے کی جرات ہی نہ کر سکے اور بغیر خون بہائے مقصد حاصل ہو جائے۔

وادی غیر ذی زرع کے رہنے والوں کا واحد ذریعہ معاش نہیں تو سب سے بڑا ذریعہ ”رحلۃ الشتاء والصیف“ تھا۔ ہجرت کے دو چار مہینے کے اندر ہی آنحضرت نے ”رحلۃ الصیف“ یعنی شمالی راستہ جو ینبوع کے قریب سے مصر و شام کو جاتا تھا، وہاں کے قبائل سے حلیفی کر کے قریش کے لئے تنگ بلکہ بند کر دیا۔ چنانچہ مدینہ اور ینبوع کے مابین بسنے والے قبائل کے معاہدے تاریخ نے محفوظ رکھے ہیں اس کے بعد اسلام کے پھیلنے اور آنحضرت کے فتوحات نے اسلامی اثرات نجد تک بھی پھیلا دیئے اور عراق کا راستہ بھی قریش کے لئے بند ہو گیا۔ طائف اور یمن کا راستہ پوری طرح بند نہ ہوا لیکن بین الاقوامی تجارت جو یمن اور مکہ کے راستے ہندوستان سے یورپ کو ہوتی ہے

۱۷ دیکھئے الوثائق السیاسیہ ۷ ابن ہشام ص ۵۴۷

اس کا گزرنا بند مومنوں سے قریش کو خوار سے وغیرہ کے سلسلے میں جو آمدنی ہوتی تھی وہ بھی بند ہو گئی۔ ایک موقع پر ایک لاکھ درہم کی چاندی قریش کے کارواں میں سے مسلمانوں نے لوٹ لی تھی غالباً یہ اسی بنی الاقوامی حمل و نقل سے متعلق ہوگی جنگ خندق کے بعد اسلامی اثرات نجد سے گزر کر یامامہ تک پہنچ گئے جہاں سے قریش کے لئے غلے کی درآمد ہوتی تھی اور شامہ بن اُشمال کے اسلام سے یہ درآمد بھی روک دی گئی تو یمن کے بیان کے مطابق مکہ میں قحط پڑ گیا کہ اس قحط کی ایک وجہ غالباً یہ بھی تھی کہ اسی زمانے میں امساک باراں کی وجہ سے حجاز میں خشک سالی تھی۔ آنحضرت نے ایک دفعہ فقراء مکہ میں تقسیم کرنے کے لئے جو پانچ سو دینار بھیجے تھے اور جس پر البوسفیان نے کہا تھا کہ یہ مکے والوں میں پھوٹ ڈالنے کے لئے ہے وہ غالباً اسی زمانے سے متعلق ہے۔ ان سب سے بھی زیادہ مؤثر بات یہ ہوئی کہ رفتہ رفتہ قریش کے حلیف ان کا ساتھ چھوڑنے لگے، اور یا تو وہ مسلمان ہو گئے یا بے بس ہو گئے اور مکہ کے چاروں طرف اسلامی قبائل پیدا ہو گئے خیبر شہ میں تباہ ہو گیا اور طائف جس سے قریش کو طبرنی امیدیں تھیں فتح مکہ کے

۱۔ ہری ۳؎ غزوة القروۃ ۱۳۵ھ

۲؎ ابن ہشام ص ۹۹ نیز استیعاب ۲۷۸

۳؎ مہبوط سرخسی ۹۱ھ

زمانے میں صرف تیاریوں میں مصروف رہا اور رمضان ۳ھ میں جب اچانک اسلامی فوجوں نے مکے کے پہاڑوں کے نیچے پہنچ کر پڑاؤ ڈالا تو قریش یکہ دہن تھے اور خود ان کا سب سے بڑا سردار ابوسفیان بعض اتفاقات سے مسلمانوں کے پڑاؤ میں جا کر پھنس چکا تھا۔

یہاں صرف اشارۃً یہ بتا دینا کافی ہے کہ معرکہ خندق کے دوسرے سال ذی قعدہ ۳ھ میں آنحضرت مکہ گئے اور قریش کی منہ مانگی شرطیں قبول کر کے دس سال کے لئے ان سے صلح کر لی اور صرف ان سے یہ چاہا کہ وہ اسلامی جنگوں میں غیر جانبدار رہے اور مثلاً خیبر کے یہودیوں کی مدد نہ کریں چند ہی دنوں میں مسلمانوں کے ایک حلیف قبیلے (نزام) سے قریش نے جھگڑا مول لیا اور خونریزی کی تھی تو آنحضرت نے ”دس ہزار قدوسیوں“ کا ایک لشکر حجاز تیار فرمایا اور ”جلس طریق“ کے کر کے اور اپنا مقصد فوج پر نہ ظاہر کر کے بلکہ دکھاوے کے لئے چکر کھا کر اور نامعلوم راستوں سے گزر کر مکہ پہنچے تو قریش کو رات کے وقت پڑاؤ کے چولہوں کی روشنی سے پتہ چلا ورنہ وہ اب تک بالکل بے خبر تھے۔ ابوسفیان نے اسلامی فوج

۱۔ ابن ہشام ص ۸۱ تا ۱۵۲ ص ۲۵ صلح نامہ حدیبیہ کا متن سیرۃ ابن ہشام التراث  
السیاستہ وغیرہ میں ہے۔ ۲۔ ابن ہشام ص ۸۵ کہ ابن ہشام ص ۸۱۰-۸۲۸

۳۔ کتاب الخراج لابن یوسف ص ۱۵۲ (ص ۲۵ طبع جدید)

۴۔ طبری ۳ ص ۱۶۳ وغیرہ۔

میں گھر جانے کے بعد اپنی بے بسی دیکھ کر اسلام کا اظہار کیا اور جان بچالی  
لیکن آنحضرت نے ان کو نخلانی میں رکھا اور اس وقت تک رہا نہ کیا جب  
تک کہ اسلامی فوج حملے کے لئے روانہ ہو کر صورت حال یہ نہ ہو گئی کہ  
قریش کے لئے اپنی قوتوں کو جمع کرنا ناممکن ہو گیا۔ مرعوب دل البوسفیان  
نے آخر گھبراہٹ کو مکمل کر دیا اور یقین دلایا کہ مقابلہ بے سود ہے اور یہ  
کہ ہتھیار ڈال دینے، خانہ نشین ہو جانے، البوسفیان کے گھر میں پناہ  
لینے یا قومی معبد (کعبہ) کے احاطے میں جہاں خون ریزی کی کسی کو جرأت  
نہ ہو سکتی تھی۔ چلے جانے پر آنحضرت نے ان کو امن دینے کا وعدہ کیا  
ہے۔ ایک طرف ناقابلِ مقابلہ زبردست قوت اور دوسری طرف اس  
نرمی اور رحم دلی کی خبروں نے لڑائی کی نوبت نہ آنے دی، اور قریش نے  
اپنے شہر پر خاموشی سے آنحضرت کا قبضہ ہو جانے دیا۔ البتہ مکہ  
پر چڑھائی اور فوجی نقل و حرکت کی تفصیل یہاں ضروری ہوگی۔

مکہ معظمہ ایک وادی میں واقع ہے، جس کے ہر طرف اونچے اور  
دشوار گزار پہاڑ ہیں۔ صرف ایک بڑا راستہ ہے جو شمالاً جنوباً شہر میں سے  
گزر رہا ہے، اور دو ذیلی رستے ہیں جو اس بڑے راستے میں آکر مل جاتے  
ہیں یعنی طرقتِ حجوں اور طرقتِ کدّار فوج کا بڑا حصہ جناب رسالت مآب

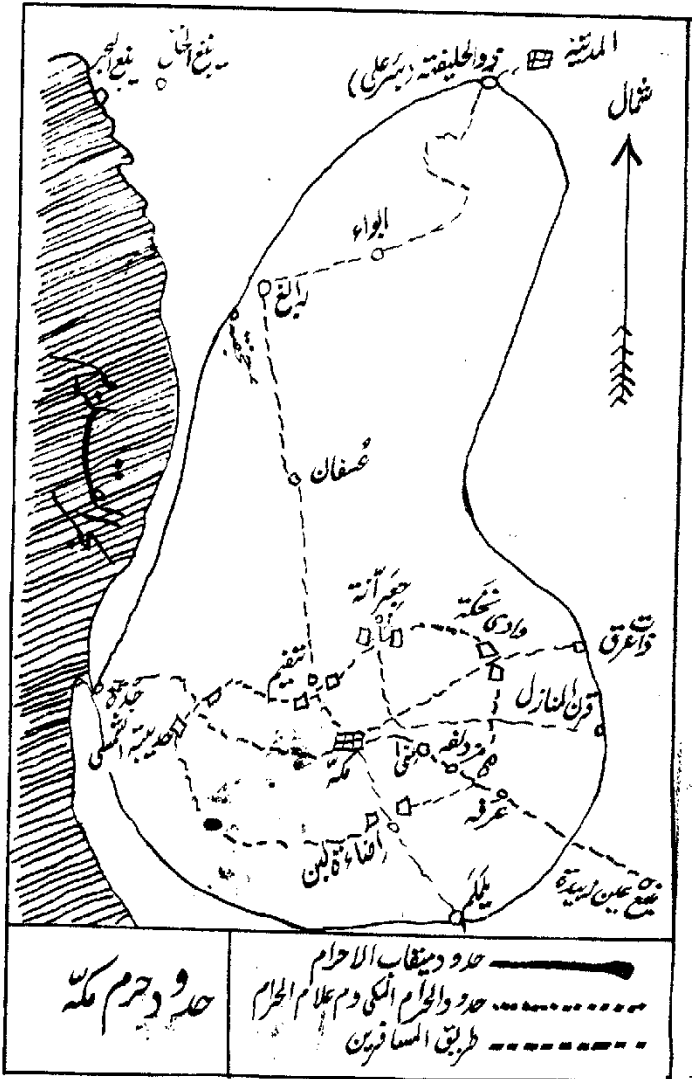
۱۔ ابن شہام ص ۸۱۴ ۲۔ ابن شہام ص ۸۱۵ ۳۔ مسطور السرخس ج ۴ ص ۱۳۱  
البیہ للسمعودی ص ۲۶

کے ساتھ عام شمالی راستے یعنی معلات کی طرف سے بڑھنے لگا۔ کچھ فوج  
حضرت الزبیر بن العوام کے تحت طریق کدار سے بڑھائی گئی تھے تاکہ وادی  
فاطمہ کی راہ ساحل کی طرف جانے والی گزرگاہ کھل نہ رہے۔ ایک اور مضبوط  
دستہ سیف اللہ خالد بن الولید کو دے کر جنوبی راستہ یعنی مسقلہ کی راہ لیٹ  
کی طرف سے شہر میں بڑھنے کا حکم دیا۔ ایک اور فوج حجون کے راستے  
بڑھائی گئی۔ ادھر سے ایک رستہ جد، جاتا ہے اور ایک شاہ راہ جنوب  
میں یمن کی طرف جاتی ہے اور ہر معرکے کی طرح مسلمانوں کے لئے  
شعار (واج و رڈ) بھی مقرر کر دیئے گئے تھے (ابن ہشام ۸۱۸)

جس پیچ کو کویت تھا۔ اس سے پہلے کی رات کو آنحضرت نے حکم دیا  
تھا کہ ہر مسلمان سپاہی پڑاؤ پر ایک آگ روشن کرے۔ جب دور سے قریش  
نے ان دس ہزار چوڑھوں کو دیکھا تو ان کے چھکے چھوٹ گئے کہ حج کے  
زمانے میں منامیں جو کیفیت ہوتی ہے۔ وہی نظر آتی ہے، اور انہوں  
نے خیال کیا کہ جتنے چاہے ہیں۔ اس سے کئی گنا زیادہ ہی لوگ ہوں گے  
ان کے اچھے اچھے افسر یا تو مر چکے تھے (مثلاً ابو جہل وغیرہ) یا مسلمانوں  
میں بل گئے تھے (جیسے حضرت خالد بن الولید اور حضرت عمرو بن العاص)  
یا اس وقت انہیں مشورہ دینے والے موجود نہ تھے (جیسے حضرت ابوسفیان)

---

۱ ابن ہشام ص ۸۱۷ ۵۱ ایضاً ص ۸۱۶ ۵۲ ابن ہشام ص ۸۱۷  
۸۱۶ ۵۳ طبری ص ۱۶۳۵ ۵۴ بعض روایتوں (مثلاً ابن ہشام ص ۸۱۷)  
میں قبیلہ خزاعہ کے پڑاؤ کی آگ کو بھی اس کے سامنے حقیر ٹھہرایا گیا ہے۔



پچھلی جنگوں کی مسلسل دلا حاصل زحمیں، معاشی دباؤ کی تکلیفیں، حریف کی اچانک کثیر تعداد میں آمد پر نفسیاتی تردد جب کہ حلیقوں کو مدد کے لئے بلائے کا موقع نہ تھا، البوسفیان کا آخری لمحے میں آکر مقابلے کو بے سود بنانا اور آنحضرت کے رحم دلانہ اعلان معافی کا تذکرہ کرنا، یہ تمام امور اور دیگر واقعات نے قریش کو آمادہ کیا کہ ہتھیار نہ چلائیں اور اپنے آپ کو اپنے سابق ہم شہری کے رحم و کرم کے سپرد کر دیں :-

دس برس کی شبانہ روز جسمانی اور روحانی کاوشوں کے بعد کئے کا جلا وطن اب وہیں فاتحانہ انداز میں داخل ہو رہا تھا، مگر کس انداز سے؟ کسی جبار فاتح کی طرح اکڑتے، سینہ تانے اور مسبب حقیقی کو بھٹلا کر نشہ خود پرستی میں سرشار؟ نہیں بلکہ ابن ہشام (ص ۸۱۵) کے مطابق شرماتے، بارگاہِ خداوندی میں سر نیاز جھکاتے اور بار بار اونٹنی کے کجاوے ہی پر سجدہ شکر ادا کرتے ہوئے، اور پچھلی مالی و روحانی اذیتوں پر انتقام کے خیال کی جگہ لا تشرب علیکم الیوم اذہبوا فانتم الطلقاء (آج تم سے کوئی مواخذہ نہیں۔ جاؤ تم سب آزاد ہو) کے عفو اور عام درگزر کا اعلان کرتے ہوئے جو الفاظ مولانا مناظر احسن گیلانی کے اُنسوا هذه القرية نكلوا منها جيت شتم مرعداً وادخلوا الباب سجداً قُولُوا حِطَّةٌ (اس شہر میں

۱۷ ہجری ۶۴۲ء ۲۷ رجب ۱۰ رمضان ۳۵ھ نیز دیکھو  
تاریخ طبری ص ۲۵۳۲ تا ۲۳۳

داخل ہوؤ اور جیسا چاہو کھاؤ لیکن دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے  
اور معافی معافی کہتے ہوئے داخل ہوؤ کی خالص اسلامی شان کا مکمل  
منظاہرہ تھا۔

فوج کی صف بندی اور معائنہ، بدر واحد جیسی ابتدائی لڑائیوں  
تک میں آنحضرت ملحوظ رکھتے تھے۔ فتح مکہ تک فوج میں اتنا کچھ ضبط  
اور تنظیم پیدا ہو چکی تھی کہ اب یہ کام ایک خصوصی انصر صف آرائی (وزاع)  
کے سپرد کر دیا جاسکتا تھا اور اس کے ذریعے سے احکام کی پوری تعمیل  
ہوتی تھی۔ فوج میں خبر رسانی کے مکمل انتظامات تھے، اور سپاہیوں  
اور انصروں کی رتی رتی بات کی اطلاع ملتی رہتی تھی۔ معمولی چیزوں کو  
نظر انداز کر دیا جاتا تھا اور اہم امور میں فوری تدارک عمل میں لایا جاتا تھا۔  
چنانچہ مکے پر چڑھائی کی آخری نوبت میں جب ایک انصر نے یہ خیال آرائی  
کی کہ اب مکے کا سر نیچا کیا جائے گا اور اسے لوٹ لیا جائے گا۔ تو فوراً  
اُسے علیحدہ کر کے کمان دوسرے انصر کے سپرد کر دی گئی اور عام منادی کرادی  
گئی کہ مکہ معظمہ اور قبلہ مسلمانان کا سر نیچا نہیں بلکہ اس کی عزت میں آج  
سے مزید اضافہ ہوگا اور شہر میں ہر طرح امن و امان ملحوظ رکھا جائے گا۔ فوج  
کی تنظیم اپنے فطرتی رجحانات کے مطابق تھی اور ہر قبیلہ اپنے ہی انصروں  
کی سرکردگی میں کار گزار تھا۔ مہاجرین، انصار، اسلم، غفار وغیرہ کے  
رضا کار سب کے الگ الگ دستے تھے لیکن ایک ہی کل پرزوں  
کی طرح ہم آہنگی کے ساتھ کام کرتے تھے۔

۱۷ ابن ہشام ص ۸۱۵ ۱۸ ابن ہشام ص ۸۱۶ ۱۹ ابن ہشام ص ۸۱۷

## حُنین اور طائف

یہ عجیب بات ہے کہ حُنین کا مشہور اور اہم میدان جنگ جس کا قرآن میں نام کے ساتھ ذکر ہے، صدیوں سے گوشہ گنہامی میں چلا گیا ہے اور پُرانے جغرافیہ نگاروں کو یہ تک نہ معلوم ہو سکا کہ حُنین کس جگہ واقع تھا۔ وہ مختلف روایتیں بیان کرتے ہیں جن میں باہم تطابق کی کوئی صورت نہیں اور مجبوراً اُن کے باہم تضاد کے باعث سب ہی کو ساقط اور نظر انداز کر دینا پڑتا ہے حالیکہ حالیہ سالوں میں متعدد اہل علم سیاحوں نے اس جگہ کا پتہ لگانے کی کوشش کی اور ۱۲۵۷ھ کے اواخر میں حج کے زمانے میں آٹھ سال کے وقفے کے بعد میں نے اس کی دوسری مرتبہ جستجو کی اور اب کی دفعہ ساتھ ستر میل کی مسافت گدیھے پر طے کرنے کے باوجود بھی گوہر مراد، افسوس سے اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ ہاتھ نہ آیا۔

اصل میں ہم لوگ اب تک حُنین کو مکے اور طائف کے بیچ میں ٹھونڈے رہے ہیں اور اب میں افسوس کرتا ہوں کہ یہ تصور ہمارا ہی ہے کہ مقصد کو نہیں پہنچتے سب لوگ جانتے اور مانتے ہیں اور احادیث میں بھی صراحت سے ذکر ہے کہ سوائے تبوک کے موقع کے آنحضرت ہمیشہ فوجی ہمتوں میں تو رہے (دکھاوا) فرمایا کرتے تھے اور غیر سمت میں چل کر نالائز

اور سنسان راستوں سے گزر کر دشمن کو انجان جان لیتے تھے۔ اس لئے یہ قطعاً غیر یقینی ہے کہ آنحضرت کئے سے طائف کو سیدھے راستے سے گئے ہوں۔

یوں بھی سیرت بنویہ کی کتابیں بتاتی ہیں کہ حنین کی لڑائی جبل اوطاس کے دروں اور پرتیح وادیوں کے قریب ہوئی۔ دوسری اہم تفصیل ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ حنین سے فارغ ہو کر جب آنحضرت طائف کا محاصرہ کرنے روانہ ہوئے تو نخلہ یانیہ اور قرن سے ہوتے ہوئے پہلے مقام لیہ پہنچے اور وہاں سے آگے بڑھ کر خاص طائف کی فاصل کے نیچے آٹھرے۔

یہ دونوں تفصیلیں بڑی اہم ہیں، اولاً اوطاس کے متعلق یہ یاد رہے کہ اس نام کا پہاڑ یا وادی نہ تو مکے اور طائف کے بیچ میں کہیں واقع ہے اور نہ طائف کے آس پاس کسی جگہ۔ البتہ خدا بخشے سلطان عبدالحمید خاں ثمانی کو انہوں نے جازریوے ڈالی تو انجینروں سے ایک نقشہ بھی تیار کرایا اس نقشے میں مقام اوطاس طائف کے شمال مشرق میں کوئی تیس چالیس میل پر اب تک بھی مشہور ہونا بتایا گیا ہے۔

وادی لیہ قدیم سے بڑی مشہور جگہ ہے اور میں نے اسے شہر طائف کے تقریباً مشرق جنوب مشرق میں کوئی چھ میل پر ایک زرخیز اور آباد گاؤں پایا۔

۱ ابن ہشام ص ۸۴۰ وابعاد ۷ ابن ہشام ص ۸۴۲

ایک اور اہم چیز جو قابل ذکر ہے وہ یہ ہے کہ ہوازن کا قبیلہ اب بھی موجود ہے، اور یہ طائف سے وہاں کے لوگوں کے بیان کے مطابق کوئی تین دن کے فاصلہ پر رہتا ہے، اور اگر میری یاد غلطی نہیں کرتی تو یہ اسی سمت میں رہتے ہیں۔ جدھر مقام ادطاس نقشہ حجاز ریلوے میں بنایا گیا ہے۔

اب رسول کریم کی فوجی نقل و حرکت بہت صاف سمجھ میں آجاتی ہے اور وہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ہوازن کو قلعہ بند شہر طائف میں پہنچنے سے روکا جائے۔ آپ مکے سے تقریباً شمال میں روانہ ہوتے ہیں۔ اور نصف دائرہ سارا سستہ بنا کر حنین پہنچتے ہیں اور تھوڑی سی دشواری کے بعد دشمن کو ترتر کر کے اور ان کے بیوی بچوں اور مال مولشی کو گرفتار کر کے حفاظت سے مکے کی سمت روانہ کر دیتے ہیں۔ پھر اسی طرح چکر دار راستے سے آگے بڑھتے ہوئے ادطاس سے ہو کر لیہ پہنچتے ہیں اور وہاں کی گڑھی منہدم کر دیتے ہیں (ابن ہشام ص ۸۷۲) اس کی فتح اہل طائف کے لئے بڑا معاشی دکھ پہنچاتی ہے اور پھر آگے بڑھ کر طائف کو ایک ایسے رخ سے آکر گھیر لیتے ہیں، جدھر وسیع میدان ہے اور پڑاؤ وغیرہ کی سہولت ہے۔ مگر جدھر سے آپ کے آنے کا اہل طائف کو گمان نہیں ہو سکتا تھا۔

حنین غالباً جبل ادطاس کی ایک وادی کا نام تھا۔ میں غلط فہمیوں میں مبتلا رہ کر سفر حجاز کے مواقع پر ادھر نہ جاسکا۔ اس لئے وہاں

کی تفصیل دینی ممکن نہیں ہے۔ اصابہ (۲۰۲۶) میں ایک شخص کے اس موقع پر افسر مال غنیمت مقرر ہونے کا ذکر ہے جو یقیناً ہر لڑائی میں ہوتا ہوگا۔ چنانچہ جنگ بدر کے سلسلے میں بھی ابن ہشام (ص ۵۷) نے اس کا ذکر کیا ہے۔

طائف تقریباً تین ہزار فٹ کی بلندی پر ایک سطح مرتفع ہے۔ مکے سے وہاں پہنچنے کے تین راستے ہیں۔ قریب ترین راستہ جو عرفات سے گزر کر جبل کراہ کے دامن میں پہنچتا ہے۔ اور پھر ایک دوشوار پہاڑ چڑھائی کے بعد طائف پہنچا دیتا ہے، وہ صرف گدھوں کے ذریعے سے طے کیا جاسکتا ہے، یہ تقریباً پچاس ساٹھ میل ہوگا اور عصر کو سوار ہوں تو آدھی تک چل کر صبح تک وقفہ لیتے ہیں۔ پھر ظہر تک طائف پہنچ جاتے ہیں۔ دوسرا راستہ جو حجرانہ سے گزرتا ہے اونٹوں کے راستے سے طے ہوتا ہے، مجھے اس کی واقفیت نہیں، تیسرا راستہ اب وادی نعمان اور میل سے گزر کر موٹر میں طے ہوتا ہے اور ڈاک کی موٹر اس سترچ پچتر میل کی مسافت کو تین چار گھنٹوں میں طے کر لیتی ہے، اور ہموار چوڑی وادیوں میں شاید ہی کہیں دشار گزار راستہ آتا ہو۔

خود طائف میں قدیم زمانے میں قبیلہ وار محلے تھے اور ایک دوسرے سے فرلانگ دو فرلانگ میل دو میل کے فاصلے پر، اور ہر محلے کے ساتھ زراعت اور باغبانی کے الگ انتظامات تھے۔ ایسے بہت

محلے اب کھنڈر نظر آتے ہیں مگر بعض قدیم محلے اب بھی باقی ہیں اور وادی دُج سے سیراب ہوتے ہیں جو تقریباً نصف دائرہ بناتی ہوئی گزرتی اور بارش کے سوا اور دنوں میں خشک ہو جاتی ہے۔ کیونکہ کسی بند کا آس پاس انتظام نہیں ہے۔ پانی کے چشمے البتہ موجود ہیں اور انہیں سے کاریز (زمین دوز نہریں) نکال کر باغوں کو سیراب کیا جاتا ہے۔ قدیم زمانے میں بعض ایرانی تاجمنیروں کی مدد سے آبادی کا ایک محفوظ اور سطح حصہ دیکھ کر ایک فصیل کے ذریعے سے قلعہ بند کر لیا گیا تھا اور اسی حصے کو ”طائف“ گھیرا کہتے تھے۔ ورنہ پوری آبادی دُج کہلاتی تھی۔ متفقہ روایات کے مطابق لات اور عزمی کے بت خلع بھی اسی گھیرے کے اندر تھے ایک کی جگہ آج کل سرکاری ہوٹل یا مہمان خانہ بنا ہوا ہے۔ اور دوسرے کی جگہ ایک بڑا سا خانگی گھر۔ موجودہ فصیل ترکی دور کی یادگار ہے۔ لیکن اس کالم از کم کچھ حصہ ضرور قدیم ”گھیرے“ ہی کی جگہ ہے کیونکہ شہداء محاصرہ طائف کی قبریں مسجد ابن عباس سے متصل فصیل کے عین نیچے ہی اب تک موجود ہیں۔ اور وہیں حضرت ثابت (کاتب وحی و میرنشی دربار رسالت) بھی آرام فرما رہے ہیں اور بقول ابن ہشام (ص ۸۷۲) اسی مسجد کے پاس اسلامی پڑاؤ تھا۔ کسی قلعے کا محاصرہ کرنا طائف میں اسلامی فوجوں کے لئے ایک نیا

تجربہ تھا اور ظاہر ہے کہ صحرائین خانہ بدوش بدوی جمیعتوں کے مقابلے کے لئے جو اصول جنگ کام آتے ہیں۔ وہ بہت کچھ بے کار تھے۔ اسی لئے آنحضرت نے منجھنق، دبابے اور عرادرے اور اسی طرح کے قلعہ شکن آلات استعمال فرمائے اور پھر معاشی دباؤ ڈالنے کے لئے بیون قلعہ ان کے باغوں کو تباہ کر دینے کی دھمکی دی۔ مگر چونکہ حسرت للعالمین اور نبی کا منشا وہ نہیں ہو سکتا تھا۔ جو عام فاحشوں کا کہ حریف کو ہر طرح نقصان پہنچائیں اس لئے اہل طائف کی التجا پر باغوں کی مزید قطع و برید روک دی گئی۔

دوسری تدبیر یہ اختیار فرمائی کہ اعلان فرمایا کہ دشمن کے ملک کا جو غلام بھاگ کر آکر اسلام قبول کرے۔ وہ آزاد سمجھا جائے گا۔ جو فقہ اسلامی میں داخل ہو چکا ہے، رنگ لائے بغیر نہ رہا ہے ایک اور انتظام یہ فرمایا گیا کہ محاصرے کے لئے منجھنق اور دبابوں وغیرہ کے بنانے اور چلانے کی تربیت حاصل کرنے کے لئے چند قابل کار گریروں کو خبرش نامی مقام پر روانہ فرمایا۔ یہ طائف کے جنوب میں کچھ فاصلے پر تھا نہ کہ عرب کے شمال میں جیسا کہ شبلی مرحوم نے سیرت النبیؐ میں لکھا ہے۔ عرب کے شمال میں جو اس کا

---

۱۷ ابن ہشام ص ۸۴ یا طبری ۱۹۴ ۱۷ ابن ہشام ص ۸۳ ۱۷ ابن ہشام  
ص ۸۴ ۱۷ ابن ہشام ص ۸۶۹ ابن سعد ج ۱ ص ۵۲۰ ۱۷ سیرت النبی  
(طبع دوم) جلد ۱ ص ۷۷۔

ہنام شہر تھا اس سے سیرت النبی صلعم کے کسی خاص اہم واقعہ کو کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا۔ اس مقام (جُرش) پر جو طائف ہی کی طرح ایک فیصل دار اور محفوظ شہر تھا یہ یہودیوں کی خاصی آبادی تھی جیسا کہ خود طائف میں بھی تھی اور غالباً ان آلات کی صنعت انہی یہودیوں میں تھی۔ جیسا کہ خیبر کے یہودی میں بھی نظر آتی ہے (مغازی الواقدی ورق ۱۵۱)

ایک اور انتظام واقدی (ورق ۸-۲ ب) کے مطابق فیصل کے اطراف کاٹے بکھیر دینا تھا۔ (ونثر رسول اللہ الصلعم سحس حسك من عیدان حول حصنہم)

اہل طائف کو غالباً اس طرح محصور ہونے کا اس سے پہلے بار بار تجربہ ہوا ہو گا۔ وہ اس کی مدافعت کی تدبیروں سے اچھی طرح واقف معلوم ہوتے تھے منجبتی سے انہیں کوئی خاص نقصان نہ پہنچا اور دبا بے میں بیٹھ کر فیصل شکنی کو انہوں نے دہکتی ہوئی فولادی میخوں سے دبا بوں پر منڈھے ہوئے چمڑے کو جلا کر اور عام لوگوں کو تیرازہ کا نشانہ بنا کر قریب آنے سے کامیاب طور پر روکا یہ شہر میں کھانے پینے کی کمی نہیں معلوم ہوتی تھی۔

غرض ان مختلف وجوہ سے آنحضرت نے محاصرہ اٹھالیا اور واپس

۱۵۲ ابن ہشام ص ۹۵۲ ۲ فتوح البلدان للبلاذری ص ۱۵۲

ص ۸۴۳

۳ ابن ہشام

ہو گئے جعرانہ پہنچ کر ہوازن سے اوٹاس میں لوٹے ہوئے مال غنیمت کی تقسیم کی لے اور کچھ دن بعد اہل ہوازن کے وفد کے آنے پر ان کے تمام بیوی بچوں کو واپس فرمادیا اور اس طرح طائف کو اس کے سب سے بڑے مددگار سے بچھڑا دیا اور طائف کے چاروں طرف اسلامی اثرات جو کافی تھے روز بروز بڑھتے ہی چلے گئے اور محاصرے میں کامیاب مدافعت کے باوجود سال چھ ماہ کے اندر ہی انہوں نے اپنا وفد مدینہ بھیجا اور لات و عُزْبٰی کو توڑ کر خدائے واحد کے پرستار بن گئے۔

---

۱۰ ابن ہشام ص ۸۷۶ و ما بعد ۱۱ ابن ہشام ص ۸۷۷ و ما بعد  
۱۲ ابن ہشام ص ۹۱۴ و ما بعد

## یہودیوں کی لڑائیاں

پہلی لڑائی بنو قینقاع سے ہوئی یہ لوگ مدینے میں اسلامی آبادی کے اندر ہی رہتے تھے اور سنا رکام کرتے تھے اور آنحضرت کے حکم پر جان بچی لاکھوں پائے کہتے ہوئے شہر چھوڑ کر چلے گئے تھے اور اس خراج کی نگرانی کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بقول طبری (ط ۱۳۶) ایک خاص نسر مقرر فرمایا تھا۔ نیز انکے محلے کے محاصرے کے دوران میں اسلامی محلوں میں نائب بھی چھوڑا تھا۔ اس کے بعد بنو النضیر سے جنگ اُحد کے بعد جھگڑا ہو گیا اور آنحضرت نے ان کے محلے کا محاصرہ کر لیا۔

جیسا کہ اوپر دیکھا گیا ہوگا، مدینے کے محلوں کی صورت یہ تھی کہ چند مکان ہوتے تھے۔ جن میں حسب ضرورت و مقتدرت گڑھیاں اور قصر ہوتے تھے اور یہ سب لاوے کے پتھر سے تعمیر ہوتے تھے۔ ان سے قریب ہی باغ اور نخلستان تھے جو ان کی بسر برد کا کافی بڑا ذریعہ تھے۔ بنو النضیر کا محلہ حرہ شرقیہ میں مسجد نبوی کے جنوب مشرق میں تھا (نقشہ) اور انکے اور بنو قریظہ کے محلے میں عوالی کے باغ حد فاصل تھے ان لوگوں کی تعداد بظاہر دو ڈھائی ہزار سے زیادہ نہ تھی۔ مورخ لکھتے ہیں کہ ان کا

۱۔ ابن ہشام ۵۴۶ ۷۲ سیرۃ شامی بر مرقع۔

محاصرہ کرتے ہوئے آنحضرت نے اپنا پڑاؤ ایسی جگہ ڈالا کہ انہیں بنو قریظہ سے مدد کی توقع نہ رہی، چنانچہ وہاں مسجد خمس جسے مسجد الفیض بھی کہتے ہیں اب تک اس کی یادگار ہے۔ دوسری ایک تفصیل جس کا قرآن میں بھی اشارہ ذکر ہے، وہ یہ ہے کہ تیر اندازی وغیرہ جن کی ضرورتوں سے ان کے باغوں سے بعض کچھور کے درخت بھی کاٹنے پڑے تھے، جس سے مدینہ کی گڑھیوں کی حفاظت کے سامان کا کچھ اندازہ ہوتا ہے۔

اس لڑائی کی اس سے زیادہ اور تفصیلیں معلوم نہیں سوائے اس کے کہ محاصرے سے تنگ آکر انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور سامان ساتھ لیکر مدینہ چھوڑ کر کہیں اور جا بسنے پر آمادہ ہو گئے۔ چند شام گئے اور اکثر خیر چلے گئے بنو قنیقاع کی بستی تو آج کل محض میدان ہے، البتہ بنو النضیر کی بستی میں کعب بن الاشرف کا قلعہ اب تک کھنڈر ہی سہی نظر آتا ہے اور زمانہ جاہلیت کی عربی تعمیر کا ایک اچھا نمونہ ہے۔ بنو النضیر کی بستی کے جنوب میں حرہ شرقی میں وادی نریب کے قریب ایک چھوٹا سا ٹیلہ ہے۔ اس پر قصر کعب بن الاشرف کی دیواریں تقریباً گز سوا گز اونچی اب تک کھڑی ہوئی ہیں۔ قصر کے اندر اندر ہی ایک کنواں ہے جو ظاہر ہے کہ محاصرے میں کام آتا ہو گا ٹیلے کے دامن میں اور قصر سے متصل ایک بڑے پختہ گچ اور چھر سے بنے ہوئے حوض کے اب تک آثار باقی ہیں۔ جس میں پانی کو ایک جگہ سے دوسرے میں گزارنے

لے ابن ہشام ص ۵۳ ۶ طبری ص ۱۷۵ کے مطابق وہ گاتے بجاتے محوم دھام سے نکلتے۔

کے لئے کئی مٹی کے ٹل بھی اب تک نظر آتے ہیں۔

بنو قریظہ کے محاصرے کے حرباتی حالات ہمیں اس سے بھی کم معلوم ہیں سوائے اس کے کہ ان کے مال غنیمت سے شام اور نجد میں اسلحہ اور گھوڑے خریدے گئے (سیرۃ الشامی) خیبر کا تذکرہ بہت دلچسپ ہو سکتا لیکن باوجود کوشش کے مجھے خیبر جانے کا موقع نہ مل سکا۔ اس لئے اس کا تذکرہ کسی سزاوارتہ فرصت کے لئے اٹھا رکھنا پڑتا ہے۔ یہی حال موتہ اور تبوک کا ہے اور تنہا ہے کہ جلد ان پر بھی کچھ کام کیا جاسکے۔

یہودیوں کی جنگ کے سلسلے میں امام محمد الشیبانی اور غالباً انہیں کی بنیاد پر السرخسی نے (المبسوط میں) لکھا ہے کہ بنو قریظہ کی جنگ میں آنحضرتؐ کو بنو قینقاع نے مدد دی۔ یہ بیان عجیب سا ہے کہ کیونکہ بنو قینقاع بدر کی لڑائی کے بعد ہی مدینہ سے نکال دیئے گئے تھے اگر یہ بیان جو الشیبانی وغیرہ نے لکھا ہے۔ صحیح ہے تو اس کے معنی غالباً یہی ہوں گے کہ بنو قینقاع کو جو نذر دی گئی وہ اس بڑے قبیلے کے صرت چند خاندانوں کی حد تک محدود ہوگی کیونکہ جس تصور پر وہ فیصلہ کیا گیا تھا اسکے ذمہ دار بھی چند ہی گھرانے تھے۔ سیرۃ الشامی جنگ خیبر کے سلسلے میں لکھا ہے کہ وہاں ایک قلعے کے زمین دوز راستے کا پتہ آنحضرتؐ کو ایک یہودی نے دیا۔ واقعہ یہ ہے کہ

۱۔ کتاب الاصل باب السیر مخطوطات استانبول ۱۰ ص ۲۳ ابن ہشام  
ص ۶۷ ابن ہشام ص ۵۴ ۵۵ حصن الزبیر کے حالات سیرۃ شامی میں۔

کہ خیر کے محصور قلعوں سے یہودی مسلمانوں پر بنجیق سے پتھر پھینکا کرتے تھے غالباً اسی مہم ہی کے مال غنیمت سے دوسرے سال طائف کے محاصرے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنجیق اور دبابے وغیرہ استعمال کئے اور نئے بنانے کی طرف متوجہ ہوئے۔ جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔

یہودیوں کے سلسلے میں ایک تیسرا واقعہ جنگی ضروریات کے لئے سرمائے کا ہے۔ اس سلسلے میں ایک دلچسپ واقعہ سیرۃ النبیؐ میں غزوہ سویق کے ذکر میں ضمایا بیان ہوا ہے۔

سلام بن مشکم	وکان سید
بنی النضیر فی من ماسر وصاب	بنی النضیر
کنزہم..... یعنی بالکنزہنا	کنزہم
العمال الذی کالوا یجمعونہ لنوا	العمال الذی
بشہد وما یرض لہم۔	بشہد وما یرض لہم۔

سلام بن مشکم اپنے زمانے میں بنو النضیر کا سردار اور ان کا محافظ خزانہ تھا۔ خزانے سے مراد یہاں وہ مال ہے جسے وہ مصائب اور اتفاقی ضرورتوں کے لئے جمع کیا کرتے تھے۔

اس قبیلہ واری سرمائے کا ذکر خیر کے سلسلے میں بھی مکرر آتا ہے اور طبری نے ابن اسحاق کے حوالے سے لکھا ہے کہ کنانہ بن الربیع بن ابی الحقیق کے پاس مدینہ کے جلاوطن نضیریوں کا خزانہ تھا۔ بعض اور روایتوں میں ہے جب اس سے آنحضرتؐ نے مال کا پتہ پوچھا تو اس نے کہا کہ لڑائیوں میں خرچ ہو گیا۔ مگر بعد میں وہ مال ایک کھنڈر میں گرا ہوا مل گیا۔ اس کی چٹلی بھی ایک یہودی نے کھائی تھی (ابن ہشام ص ۷۳)۔

لے مغازی واثری ورق ص ۱۵۱

# کتابیات

- ۱۔ سیرت ابن ہشام
- ۲۔ سیرۃ الشامی (مخطوطہ قردین، فاس، مراکش)
- ۳۔ تاریخ الطبری
- ۴۔ تفسیر الطبری
- ۵۔ البدایہ والنہایہ لابن کثیر
- ۶۔ طبقات ابن سعد
- ۷۔ وفاء الوفاء للسمهودی
- ۸۔ مغازی الواقدی (مخطوطہ برٹش میوزیم)
- ۹۔ مرآة الحرمين لاحمد رنعت باشا (۲ جلد)
- ۱۰۔ نظام الحکومتہ النبویہ المسمی التراتیب الاداریہ للکتابی (۲ جلد)
- ۱۱۔ الاستیعاب لابن عبد البر
- ۱۲۔ الاصابہ لابن حجر
- ۱۳۔ البتیمہ والاشراف للمسعودی
- ۱۴۔ الوثائق السیاسیہ لعہد البنی والخلافتہ الراشدۃ لحد حید اللہ (قاہرہ ۱۹۴۶ء)

- ۱۵۔ قرآنی تصویر مملکت (قرآنک ورلڈ، اپریل ۱۹۳۶ء) (انگریزی) (نیز معارف اعظم گڑھ دسمبر ۱۹۴۱ء)
- ۱۶۔ شہری مملکت مکہ (اسلامک کلچر، جولائی ۱۹۳۸ء) (انگریزی) (نیز معارف اعظم گڑھ، جنوری، فروری ۱۹۴۲ء)
- ۱۷۔ دنیا کا سب سے پہلا تحریری دستور (مجلہ طلیسانین، جولائی ۱۹۳۹ء) نیز اسلامک رولز، ورلڈ آگسٹ تا نومبر ۱۹۴۱ء)
- ۱۸۔ سرورہ کائنات کی حکومت (مجلہ جامعہ مارچ۔ اپریل ۱۹۳۱ء)
- ۱۹۔ عربوں اور بنی لٹینیوں کے تعلقات (مجموعہ تحقیقات علمیہ جامعہ عثمانیہ سال نامہ سوم)
- ۲۰۔ عربی حبشی تعلقات اور نو دستياب شدہ مکتوب نبوی بنام نجاشی (مجلہ نظامیہ ربيع الاول ۱۳۶۱ھ)
- ۲۱۔ عہد نبوی کے عربی ایرانی تعلقات (معارف جولائی ۱۹۴۲ء)
- ۲۲۔ عدل گستری ابتدائے اسلام میں (مجلہ عثمانیہ، مارچ ۱۹۳۸ء) نیز معارف اعظم گڑھ۔ جولائی ۱۹۴۲ء)
- ۲۳۔ تجارت کا تعلق آنحضرت اور خلفائے راشدین سے (تجلی حیدرآباد اردی بہشت ۱۳۳۶ھ)
- ۲۴۔ عہد نبوی کا نظام تعلیم (اسلامک کلچر جنوری ۱۹۳۹ء) (انگریزی) (نیز معارف اعظم گڑھ نومبر ۱۹۴۱ء)
- ۲۵۔ عہد نبوی کی سیاست خارجہ کے بعض اصول (تالیف قلبی) (مجلہ

نظامیہ ربیع الاول ۱۳۴۵ھ

- ۲۶۔ عہد نبویؐ کی سیاست کاری کے اصول (سیاست جنوری ۱۹۴۰ء)
- ۲۷۔ ہجرت (یا نو آباد کاری) (سیاست جولائی ۱۹۴۰ء)
- ۲۸۔ آنحضرتؐ کا خط قیصر روم کے نام (معارف جون ۱۹۳۵ء)
- ۲۹۔ مکتوبات نبویؐ کے دو اصول (مجلہ عثمانیہ جون ۱۹۳۶ء)
- ۳۰۔ فتح مکہ ہنر (رہبر دکن - ۲۲، رمضان ۱۳۵۸ھ)
- ۳۱۔ مدینہ منورہ کے چند عربی کتبے (اسلامک پبلیکیشنز برائے انگریزی)
- ۳۲۔ رسول کریمؐ کی سیرت کا کیوں مطالعہ کیا جائے۔ (تالیف محمد حمید اللہ)
- ۳۳۔ اسلامی سیاست خارجہ عہد نبویؐ اور خلافت راشدہ میں۔ از محمد حمید اللہ (مطبوعہ پیرس ۱۹۳۹ء) (فریخ)
- ۳۴۔ عہد نبویؐ کے میدان جنگ رسالہ R.E.O.1 پیرس جنوری ۱۹۳۹ء (فریخ)
- ۳۵۔ غیر جانبداری اسلامی قانون بین الممالک میں (Z D M G) برلن جنوری ۱۹۴۵ء (جرمن)
- ۳۶۔ آثار المدنیۃ النورۃ، العبد القدوس الہاشمی المدنی۔

www.KitaboSunnat.com

المکتبۃ البرہانیۃ

۹۹۔ جے ماڈل قانون - لاہور

.....15002.....



مدنیہ منورہ کی تاریخ، فضائل و مناقب اور انوار و برکات  
سے متعلق دلچسپ دینی معلومات کی ایمان پسند کتاب  
مُتَبَہ

الحاج مولانا محمد اقصیٰ حسن صاحب کاندھلوی

ناشر قیمت

ادارۃ الامیٹیا  
۱۹۰ - انارکلی ○ لاہور

نظرِ رابع اور جدیدِ قدیم اضافوں کے بعد ”شرف المناسک“ کا نیا ایڈیشن

# مُعَلِّمُ الْحُجَّاجِ

مسائل حج اور ضروریات سفر سے واقف بنانے والی سب سے مستند عام فہم اور مقبول عام کتاب جس میں حج و عمرہ کا مکمل طریقہ اور اُن سے متعلق پیش آنے والے تمام مسائل کو یکجا جمع کر دیا گیا ہے۔

تألیف

حضرت لانا مفتی سعید احمد رحمۃ اللہ علیہ مفتی مظاہر العلوم سہانپور  
رجحاشیہ از حضرت مولانا قاری شمس الدین عظیمی روضہ علیہ

ناشر

ادارۃ اسلامیات

۱۹۰۔ انارکلی ۰ لاہور





# ادارۃ امیات پبلیشرز، کمپیوٹرز، ایمپریٹ

☆ رجسٹرڈ پبلشر "موتہی ریلو" پبلک انڈوسٹریل زون، کراچی، پاکستان ۷۷۲۱۲۱

☆ ۱۹۰، انارکلی، لاہور، پاکستان  
 فون: ۶۲۲۴۹۹۱ - ۶۲۵۲۱۵۵

☆ ویب سائٹ: [www.lcci.org.pk](http://www.lcci.org.pk)  
 فکس: ۶۲۱۲۶۶۲، ۶۲۱۲۶۶۳، ۶۲۱۲۶۶۴، ۶۲۱۲۶۶۵

E mail: [islamiat @ lcci.org. pk.](mailto:islamiat@lcci.org.pk)